آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے | لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۲ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء | مطابق شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۱ ہجری | نمبر ۷

چندہ سالانہ عام عا طلباء سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شایع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یسوع کی پیشگویاں*

انبیاءؑ کیوں آتے ہیں؟ صحیفہ نیچر کی آیات کو غور سے تلاوت کریں یا قانون قدرت کی دفعات کا بہ نظرِ امعان مطالعہ کریں ہر صورت میں خداوند تعالیٰ کا ایک خاص قانون خاص حالات کے ماتحت کام کرتا ہوا دکھائی دیتا اور صانع حقیقی کی یکتائی اور وحدانیت پر شاہد عادل کی طرح زبان حال سے بول رہا ہے کہ تغیر سے بری۔ فنا سے پاک۔ ازلی۔ ابدی اور بے ہمتا ایک ہی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اجرام فلکیہ کی روشن انجمن میں سے کسی ایک .. .. .. ممبر کو لے لو یا بارانِ رحمت کے چھوٹے سے چھوٹے موتی کو جوہری مشاہدہ کی آنکھ کے سامنے لا دیکھو ہر حالت میں تم پر ظاہر ہو گا کہ علیٰ کل شئ محیط کے حکم کا اطلاق جس ہستی پر ہوتا ہے وہ شریک رکھنے سے بری اور واحد و بے مثل ہے اس ہستی کے قائل گو فلاسفر بھی ہیں اور اس "سبب اعظم" کو واحد ماننے میں انبیاء علیہم السلام کے گروہ کی تائید کرتے ہیں لیکن خدا کے نبی تو دنیا میں آتے ہی اس غرض سے ہیں کہ بھولے بھٹکے لوگوں کو شرک کی تاریکی سے نکالیں اور خدائے واحد کے چمکتے ہوئے چہرے کا جوئیندگانِ حق کو جمال کرائیں۔

اس زمانہ کا شرک ہر زمانہ کا شرک علیحدہ ہوتا ہے اسلئے مامور من اللہ بھی نئے رنگ

* مترجمہ ماسٹر عبد الرحیم صاحب۔

میں ہی آتا ہے اور نئے نئے حربوں سے اصنام پرستی کے لشکر کو شکست دیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں گو ایک دھات کے بچھڑے کو خدا بنا لیا تھا لیکن وہ لوگ اسقدر ترقی یافتہ باخبر اور متمدن نہ تھے جیسے کہ آجکل ہیں۔ تعجب تو اس زمانہ کی متمدن اقوام پر ہے جنہوں نے ایک یہودی عورت کے بیٹے کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیا ہے اور نہ خود گمراہ ہوئے ہیں بلکہ اقوام عالم کو راہ مستقیم سے ہٹانے کے لیئے پانی کی طرح روپیہ بہا رہے ہیں۔ پس لازم تھا کہ اس شرک عظیم کو دُور کرنے کے لیئے کوئی کلیم خدا پیدا ہوتا اور آسمانی نشانوں اور دلائل کے زبردست عصا سے اس صلیبی طلسم کو توڑتا۔ سو وہ کلیم جس کو خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کا مصلح کر کے بھیجا مرزا غلام احمدؑ ہے۔ مرزا غلام احمدؑ کون ہے؟ اس کا جواب ہم یسعیاہ نبی کے مفصلہ ذیل الفاظ میں حوالہ قلم کرتے ہیں "سنو! اے آسمانو اور کان لگا اے زمین کہ خداوند یوں فرماتا ہے کس نے اُس راستباز کو پورب کی طرف سے برپا کیا" یسعیاہ ۱-۲ و ۴۱-۲ پھر اس سوال کا جواب ہم قرآن کریم کے الفاظ میں دیتے ہیں یأتی من بعدی اسمہ احمد اور سب سے اخیر اس سوال کا جواب حضرت احمد علیہ السلام کے خود اپنے الفاظ میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں فرمایا۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ❊ عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

دیگر

منم مسیح بہانگ بلند میگویم ❊ منم خلیفہ شاہے کہ بر سما باشد

دیگر

ابن مریم ہوں مگر اُترا نہیں مَیں چرخ سے ❊ نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

ہم جانتے ہیں کہ ہماری یہ تمہید ایک عیسائی کے لیئے سخت غیر مطبوع ہوگی کیونکہ اُس کے نزدیک مریم کا بیٹا یسوع مسیح خدا باپ کا اکلوتا بیٹا اور خود خدا بھی ہے پھر اس سے برتر تو درکنار اُسکی برابری کا ادّعا بھی عیسائی ذہن کے تنگ راستہ میں سے نہیں گذر سکتا۔ لیکن ہمارے مسیحی دوستوں کو جان لینا چاہیئے کہ مسیح بھی دوسرے انسانوں کی طرح انسان تھا جسے بعد میں آنیوالے لوگوں نے خدائی کا لباس پہنا دیا۔ اور دنیا کو ایک بڑی

اس زمانہ کا مصلح

عظیم الشان شرک میں مبتلا کر دیا - اور گذشتہ صدی سے اس شرک نے اپنی سرحدوں کو وسیع اور قلعجات کو مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا اسلیئے خداوند تعالیٰ نے حضرت احمد کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ دلائل کے توپخانہ سے ان قلعوں پر گولہ باری کر کے ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں اور آسمانی نشانات کے طیاروں سے آیات بینہ کے گولے گرا کر اُنکے خرمنِ زور و کذب کو بھسم کر ڈالیں - چنانچہ حضرت موصوف نے اپنی حینِ حیات میں یہ جہاد پورے زور سے جاری رکھا اور حضور کے بعد آپکے خدام اس خدمت کو بفضلہٖ تعالیٰ انجام دے رہے ہیں اور یسوع مسیح پر سے الوہیت کے لباس کو اُتار کر اُنکو ایک راستباز کے پیرایہ میں دکھانا اپنا فرض سمجھتے ہیں -

یسوع مسیح خدا نہیں ہو سکتا

ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کرشن دیو کا پرستار اپنے مولا کو خداوند یا بھگوان سمجھتا ہے تو آپ اُسے کیوں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ جبکہ آپ خود بعینہٖ اُسی طرح مسیح کی پرستاری کے دام میں مبتلا ہیں - اگر کرشن کا سیوک اس خیال سے موردِ الزام ہو سکتا ہے کہ وہ ایک عاجز انسان کو قادر مطلق خدا کی کرسی پر بٹھاتا ہے تو پھر ایک مسیحی کیوں اس ملامت کا ہدف نہیں ہو سکتا جبکہ وہ مریم کے غریب بے زبان بیٹے کو زمین و آسمان کے خالق خدائے قدوس کے برابر رتبہ دے رہا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ہندی - یونانی - مصری یا رُومی عورت کا بچہ خدائی کا تاج زیبِ سر نہیں کر سکتا تو پھر ایک عبرانی عورت کا لڑکا کیوں اور کس طرح اس اعزاز کا مستحق قرار دیا جا سکتا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ مسیح کے معجزات جو اناجیل میں درج ہیں قانونِ قدرت سے بالا اور عقل انسان کو تحیر کرنے والے ہیں اسلیئے وہ خود بھی انسانیت کے سفلی درجہ سے برتر و بلند ہے - لیکن اگر یہی معیار ہو اور اسی سے کسی شخص کو خدائی کا لباس پہنایا جا سکے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ دوسری اقوام کے معبودوں کو کیوں خدائی کا درجہ نہ دیا جائے کیونکہ جو کچھ عیسائی کتب میں مسیح کی نسبت لکھا ہے اس سے بڑھ چڑھکر دوسرے مذاہب کی کتب مقدسہ میں اُنکے معبودوں کی نسبت تحریر کیا گیا ہے - اب اگر یہ کہا جائے کہ ان معجزات کی جو دوسری کتب میں مسطور ہیں تاریخ تصدیق نہیں ہوتی تو پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ انجیلی معجزات کی تاریخ مصدق ہے - اگر تاریخ ایک جگہ ایسے قصوں کو صداقت کے پایہ سے

ساقط قرار دیتی ہے تو دوسری جگہ بھی اس کا یہی حال ہے اسلئے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ اگر دریائے یردن کی وادی میں ایک خدا یا خدا کا بیٹا پیدا ہوا تھا تو ضرور بھگوان یا بھگوان کے پُتر نے گنگا مائی کے تیر بھی جنم لیا ہوگا۔ یا یسوع مسیح کی الوہیت سے انکار کرنا پڑیگا۔

اس کے معجزات خدائی کا ثبوت نہیں ہوسکتے

اچھا اگر بفرض محال اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ مسیح نے واقعی بڑے بڑے خارق عادت کام کیئے تھے اور عظیم الشان معجزات دکھائے تھے تو بھی اُنکی خدائی کے دعویٰ کو کوئی تقویت نہیں پہنچتی کیونکہ بائیبل میں بعض ایسے معجزات کا ذکر ہے جنکے سامنے مسیح کے معجزات کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی پس اگر یہ معجزات ہی خدائی کا معیار ہوں اور بائیبل کے قصّوں کو ہی صحیح مان لیا جائے تو پھر بہت سے انسان خدائی کے دعوے دار ہوسکتے ہیں۔ مسیحی صاحبان بائیبل کو خدا کا کلام مانتے اور اسرائیلی نبیوں کے معجزات کو حق سمجھتے ہیں اور یہ بھی اُن کا ایمان ہے کہ اسرائیلی نبی انسان تھے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر انسان بڑے بڑے معجزات کرسکتے ہیں تو پھر یسوع مسیح کو بھی کیوں انسان نہ مانا جائے یا بصورت دیگر ایلیاہ اور الیسع کو اور ملک صدق سالم کو بھی خدا ماننا مناسب ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے بائیبل کی رو سے بڑے بڑے عجائبات دکھائے ہیں چنانچہ اُنکے معجزات ناظرین کی ضیافت طبع کے لیئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ایلیاہ کے معجزے

(۱) ایلیاہ نبی نے آسمان کے دروازوں کو بند کردیا اور بارش کو روک دیا اور بڑی جلالی آواز سے فرمایا "اب ان برسوں میں نہ اوس پڑیگی نہ مینہ برسیگا" .... سلاطین اول ۱۷-۱

(۲) آپنے ایک بیوہ کے لڑکے کو جلایا "خداوند نے ایلیاہ کی دعا سُنی۔ لڑکے کی جان اس میں پھر آئی کہ وہ جی اُٹھا" سلاطین اول ۱۷-۲۲

(۳) آسمان سے آگ اُتاری "تب خداوند کی طرف سے آگ نازل ہوئی" سلاطین اول ۱۸-۳۸

(۴) ایک بیوہ کے آٹے اور تیل کو برکت دی اور جبتک بارش نہ ہولی اُسکا آٹا اور تیل ختم نہ ہُوا "کہ مٹکے کا آٹا چُک نہ جائے گا۔ اور لوٹے کا تیل تمام نہ ہوگا مگر اُس دن کہ خداوند زمین پر مینہ برساوے" سلاطین اول ۱۷-۱۴

(۵) آسمان پر بادل کا نام ونشان نہ تھا اُسوقت ایلیاہ نے فرمایا " بڑی بارش کی آواز ہے" اسکے بعد فوراً ہی " ایسا ہُوا کہ آسمان بدلیوں سے اور آندھیوں سے سیاہ ہوگیا اور شدت کی بارش ہوئی" سلاطین اول ۱۸-۲۲ و ۴۵

(۶) ایلیاہ نے دو سرداروں پر آسمان سے آگ اُتروائی " دیکھ کہ آسمانی آگ نے اگلے پچاسوں کے دو سرداروں کو اُنکے پچاسوں سمیت کھالیا" سلاطین دوئم - ۱-۱۴

(۷) اپنی چادر سے دریائے یردن کے پانی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا " ایلیاہ نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہوکر اِدھر اُدھر ہوگیا اور وہ دونوں خشک زمین پر ہوکے پار گئے" سلاطین دوئم - ۲ - ۸

واضح رہے کہ ایلیاہ نبی کے یہ تمام معجزات عیسائیوں کی کتاب مقدس میں موجود ہیں اور بلحاظ شوکت مسیح سے کم نہیں تاہم اس نبی کو خدا نہیں مانا جاتا اور لطف یہ کہ اگر آسمان پر چڑھنا خدائی کی علامت ہوسکتا ہے تو ایلیا بھی آسمان پر گئے ہیں اور اُنکا صعود مسیح کے صعود سے بدرجہا بڑھکر ہے کیونکہ لکھا ہے (۸) " اور یوں ہُوا کہ جب خدا نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اُڑا کر آسمان پر لے جاوے تب ایلیاہ الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا"..... " اور ایسا ہُوا کہ جونہی وہ دونوں بڑھتے باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آکے اُن دونوں کو جُدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں ہوکر آسمان پر جاتا رہا ... اُس نے ایلیاہ کی چادر کو بھی جو اس پر سے گر پڑی تھی اُٹھالیا" سلاطین دوئم ۲-۲ و ۱۱ و ۱۳

الیسع نبی کے معجزات

ایلیاہ نبی کے معجزات کی نوعیت تو ناظرین نے ملاحظہ فرمالی اب ایلیاہ کے نوکر الیسع کے اعجازی کارنامے مشاہدہ فرمائیں اور دیکھیں کہ کسطرح مسیحی صاحبان کے خداوند پر آقا اور نوکر دونوں کے معجزات درجہ فوقیت رکھتے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ (۱) یریحو کے " چشموں پر گیا"..... " اور اس طرح بولا خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں نے ان پانیوں کو اچھا کیا ہے اب آگے کو موت اور بنجر پنا نہ ہوگا" سلاطین دوئم ۲-۲۱

(۲) " شہر کے چھوٹے لڑکے نکلے اور اُسے چڑانے لگے اور اُسے کہا چلا جا اے

گنجے سر والے! چلا جا اے گنجے سر والے! تب اُس نے خداوند کا نام لیکر اُنپر لعنت بھیجی۔ سو وہیں بن سے دو ریچھنیاں نکلیں اور اُنہوں نے اُن میں سے بیالیس چھوکرے پھاڑ ڈالے" سلاطین دوئم۔۲۔۲۳ و ۲۴ و ۲۵

(۳) "شاہ اسرائیل۔ اور یہوسفط اور شاہ ادوم اُسکے ہاں اُترے'.... "الیسع بولا'... "کہ خداوند فرماتا ہے تم نہ ہوا آتی دیکھوگے نہ مینہ دیکھوگے تب بھی یہ وادی پانی سے بھر جائیگی تاکہ تم پیو۔ تم اور تمھارے مویشی اور تمھارے چارپائے بھی"..."دیکھو ادوم کی راہ سے پانی بہتا آیا اور زمین پانی سے بھر گئی" سلاطین دوئم۔۳۔۱۶و۱۷و۲۰

(۴) ایک بیوہ عورت کو اُسکا قرضخواہ ستاتا ہے وہ الیسع کے پاس آتی ہے الیسع اُسکے تیل کو اسقدر بڑھاتے ہیں کہ وہ تیل کی فروخت سے مالامال ہوجاتی ہے "الیسع نے اُسے فرمایا'.... "تجھ پاس گھر میں کیا ہے'.... "وہ بولی ایک پیالہ تیل کے سوا کچھ نہیں' تب اُسنے کہا جا اور باہر سے اپنے ہمسایوں سے برتن عاریتہً لے اور وہ سب خالی ہوویں اور تھوڑے برتن مت مانگ۔ اور جب تو پھر اندر آئے تو اپنے پر اور اپنے دو بیٹوں پر دروازہ بند کر اور ان سب برتنوں میں انڈیل دے اور جو بھر جاوے اُسے اُٹھا کے الگ رکھ ..... اور ایسا ہوا کہ وہ سب برتن معمور ہو گئے .... تب وہ بولا جا اور تیل بیچ اور آخر ادا کر اور باقی جو ہے اُس سے تو اور تیرے فرزند گزران کریں" سلاطین دوئم باب۴ : ۱۔ ۶

(۵) ایک عورت مسماۃ شونمیت کے ہاں کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اور اُس کا شوہر بوڑھا تھا الیسع نے اپنے خادم جیحازی سے کہا "اُسے بلا اُس نے اُسے بلایا تب وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تب وہ بولا اسی وقت کے قریب مطابق زندگی کی عادت کے تو ایک بیٹا گود میں لیگی"...."سو وہ عورت پیٹ سے ہوئی اور اُسی وقت جو الیسع نے اُس سے کہا تھا زندگی کی عادت کے مطابق بیٹا جنی" سلاطین دوئم ۴: ۱۶ و ۱۷

(۶) کچھ مدت بعد شونمیت کا لڑکا مرگیا تو الیسع نے اُسے زندہ کر دیا "جب الیسع اس گھر میں پہنچا تو دیکھو وہ لڑکا مرا ہوا اُسکے پلنگ پر پڑا تھا۔ سو وہ اندر گیا اور اپنے

دونوں پر دروازہ بند کرکے خداوند سے دعا مانگی...... تب اُس لڑکے کا بدن گرم ہونے لگا ..... وہ لڑکا سات بار چھینکا اور لڑکے نے اپنی آنکھیں کھول دیں" سلاطین دوئم ۴: ۳۲ - ۳۵

(۷) " بعل سلیہ سے ایک شخص.... جو کے پہلے پھلوں کی روٹیوں کے بیس گردے اور اناج کی بھری ہوئی بالیں چھلکے سمیت لایا- وہ بولا ان لوگوں کو دے کہ وہ کھاویں- اس دم اُس کا خادم بولا اسے سو آدمیوں کے سامنے رکھوں- تب اُس نے پھر کہا کہ لوگوں کو دے تا کہ کھاویں کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ وہ کھائیں گے اور اُس میں سے بھی چھوڑیں گے- ..... اور اُنہوں نے کھایا اور جیسا خداوند نے فرمایا تھا اُس میں سے بھی کچھ چھوڑا" سلاطین دوئم - ۴: ۴۲-۴۴

(۸) " اور نعمان جو شاہ ارام کے لشکر کا سردار تھا... وہ کوڑھی تھا- نعمان اپنے گھوڑوں اور اپنے گاڑی سمیت آیا الیسع کے گھر کے دروازے پر ٹھہرا- تب الیسع نے اُسے کہلا بھیجا جا اور دن میں سات بار غوطہ مار کہ تیرا بدن بھی بحال ہو جائیگا اور تو پاک صاف ہوگا.... تب وہ اُترگیا اور جیسا مردِ خدا نے کہا تھا یردن میں سات غوطے مارے اور اُس کا بدن چھوٹے بچے کے بدن کی مانند ہوگیا اور وہ پاک ہوا" سلاطین دوئم - ۵: ۱ و ۹ و ۱۰ و ۱۴

(۹) " ایک کی کلہاڑی میں کا لوہا لکڑی کاٹتے ہوئے پانی میں گرگیا... مردِ خدا بولا کس جگہ گرا؟ اُس نے اُسے وہ جگہ بتلائی تب اُس نے ایک چھڑی کاٹ کے اُس جگہ ڈال دی اور لوہا تیرنے لگا... سو اُس نے ہاتھ بڑھا کے اسے اُٹھا لیا" سلاطین دوئم - ۶: ۵ و ۷

(۱۰) شاہ آرام نے " وہاں گھوڑے اور گاڑیاں ایک بڑے لشکر کے ساتھ بھیجیں"..... تب الیسع نے دعا کی " اور خداوند نے اُس جوان کی آنکھیں کھولیں اور اُس نے جو نگاہ کی تو دیکھا کہ الیسع کے گرداگرد کا پہاڑ آتشی گھوڑوں اور گاڑیوں سے بھرا ہوا ہے" تب الیسع نے خداوند سے دعا مانگی اور کہا ان لوگوں کو مہربانی کرکے اندھا کر دیجے سو اُس نے جیسا الیسع نے کہا تھا انکو اندھا کر دیا" سلاطین دوئم - ۶: ۱۴ و ۱۷ و ۱۸

(۱۱) الیسع کو غیب کی خبر ہو جاتی تھی چنانچہ شاہ آرام نے الیسع کو قتل کرنیکی قسم اُٹھالی اور اپنے حضور کا ایک شخص بھیجا- پر اُس سے پہلے کہ وہ قاصد اُس تک پہنچے اُس نے بزرگوں سے کہا تم دیکھتے ہو کہ اُس قاتل زادے نے بھیجا ہے کہ میرا سر کاٹ ڈالے سو دیکھو جب وہ

قاصد آوے تو دروازہ بند کرلو اور اُسے مضبوطی سے دروازہ پر پکڑے رہو۔ کیا اُسکے پیچھے اُس کے صاحب کے پاؤں کی آہٹ نہیں؟" سلاطین دوئم باب ٦ : ۳۱

(۱۲) جب شاہ آرام نے "سمرون کو جا گھیرا۔ تب سمرون میں بڑا کال پڑا" اور عورتوں نے اپنے بیٹوں تک کو پکا کر کھا لیا اُسوقت الیسع نے کشائش . . . . کی پیشگوئی کی اور کہا "کل اسی وقت کے قریب سمرون کے دروازے . . . . پر مہین آٹے کا ایک پیمانہ ایک مثقال کو اور جو کے دو پیمانے ایک مثقال کو بکیں گے" یہ پیشگوئی لوگوں کو ایسی ناممکن الوقوع معلوم ہوئی کہ ایک امیر جھٹ بول اُٹھا۔ "دیکھ اگر خداوند آسمان میں کھڑکیاں لگا دے تو یہ حال ہو سکتا ہے" اس کا جواب مرد خدا نے اس طرح دیا "دیکھ تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا پر اُس میں سے نہ کھائیگا" اب یہ پیشگوئی بڑی شان وجلال سے تعجب انگیز طور پر پوری ہوئی۔ چنانچہ "خداوند نے گاڑیوں کا سناٹا۔ اور گھوڑوں کا سناٹا بلکہ ایک بڑی فوج کا سناٹا آرامی لشکر کو سنایا تھا سو اُنہوں نے آپسمیں کہا تھا کہ دیکھو شاہ اسرائیل نے حتی بادشاہوں اور مصری بادشاہوں کو اجورہ دیکے بلایا تاکہ وہ ہم پر چھوڑ آویں تب وہ اُٹھکے شام کو بھاگ نکلے" اور تمام سامان امداد خوراک پیچھے اپنے ڈیروں میں چھوڑ گئے "تب لوگوں نے نکل کر آرامیوں کے لشکر گاہ کو لوٹا سو مہین آٹے کا ایک پیمانہ ایک مثقال کو اور جو کے دو پیمانے ایک مثقال کو بکے جیسا خداوند نے فرمایا تھا" جس منصدار نے الیسع سے سوال کیا تھا اُسے بادشاہ نے "مقرر کیا کہ دروازے کی نگہبانی کرے اور لوگوں نے اُسے لتاڑ ڈالا اور وہ مرگیا جیسا کہ مرد خدا نے کہا تھا کہ تو آنکھوں سے دیکھے گا پر اس میں سے نہ کھائیگا" سلاطین دوئم باب ۱ - ۲۰

(۱۳) الیسع نے کہا کہ "زمین پر سات برس تک کال رہیگا" سلاطین دوئم ۸ : ۲

(۱۴) حضرت الیسع نے اپنی حین حیات میں تو یسوع سے بڑھ چڑھکر معجزات دکھائے تھے لیکن عجب ترین یہ بات ہے کہ اس نبی نے اپنی وفات کے بعد بھی ایک بڑا معجزہ دکھایا چنانچہ سلاطین کتاب دوئم کا گمنام مصنف رقمطراز ہے کہ "بعد اُسکے کہ الیسع نے انتقال کیا اور اُنہوں نے اُسے دفن کیا اور نئے سال کے شروع میں موآب کی فوجیں ملک میں

گئیں۔ اور ایسا ہوُا کہ جس وقت وہ ایک مُردے کو گاڑا چاہتے تھے تب دیکھو ایک فوج نظر آئی اور انہوں نے اُس شخص کو الیسع کی قبر میں ڈالدیا اور جب وہ شخص گرایا گیا اور الیسع کی ہڈیوں سے لگا تو وہ جی اُٹھا اور پاؤں پر کھڑا ہوُا" سلاطین دوئم۔۱۳: ۲۰ و ۲۱

ایک مقابلہ اور تنقیدی نظر

مذکورہ بالا معجزات اسرائیلی انبیاء کے اعجازی کارناموں کا نمونہ ہیں جو کہ ہم نے عہد عتیق کی کتابوں سے نقل کیئے ہیں۔ مسیحی صاحبان گو ان معجزات کو بھی صحیح اور درست مانتے ہیں لیکن ان معجزات کے دکھانے والوں کی نسبت کے درجہ سے بالا خیال نہیں کرتے۔ ہمیں اس امر مطلق بحث نہیں کہ آیا یہ جو کچھ بیان ہوُا ہے درحقیقت یہ واقعات بھی ہیں یا نہیں اگر واقعات ہوں تو پھر واقعی معجزات ہیں ورنہ بصورت دیگر الف لیلہ کے مفروضہ قصوں سے بڑھکر انکی وقعت نہیں ہو سکتی بہرحال خواہ کچھ بھی ہو ہم کو اس سوال سے سروکار نہیں ہم تو صرف اسقدر جانتے ہیں کہ مسیحی لوگ ان قصوں کو بھی ایسا ہی صحیح سمجھتے ہیں جیسے کہ عہد جدید کے مصنفین کی بیان کردہ روایات کو اور یہ کہ ایک عیسائی اگر مسیح کے معجزات پر ایمان رکھتا ہے اور بائیبل کو کتاب مقدس کہتا ہے تو لازماً عہد عتیق کے انبیاء کے معجزات کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ اور یہ ظاہر کہ اسرائیلی انبیاء کے معجزات یسوعی معجزات سے کسی طرح کم پایہ کے نہیں بلکہ اول الذکر تو بعض صورتوں میں موخر الذکر پر فوقیت رکھتے ہیں۔ پس ان معجزات کی بنا پر اگر یسوع مسیح کو خدا یا ابن اللہ کا تاج پہنایا جاتا ہے تو کیوں ایلیاہ اور الیسع وغیرہ اسرائیلی نبی اس منصب کے مستحق قرار نہیں دیئے جاتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یسوع مسیح نے تو اپنی زندگی میں ہی چند عجائبات دکھائے تھے لیکن الیسع نبی کی ہڈیوں نے بھی ایک عالیشان معجزہ دکھایا اور ایک مردہ کو زندگی بخشی پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے مسیحی دوست ابن مریم کو تو ابن اللہ اور خداوند کے لقب سے ممتاز کرتے ہیں لیکن الیسع کو اس عزت سے محروم رکھتے ہیں حالانکہ اگر یسوع مسیح ان لقبوں کے مستحق ہیں تو وہ اس سے بھی برتر لقب پانے کے مستحق ہیں۔ الغرض معجزات کی بنا پر یسوع مسیح کو خدا یا ابن اللہ قرار دینا غلطی اور بیہودگی ہے اور اگر اناجیل کے قصص کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی اس بات کی کوئی معقول وجہ نہیں کہ مسیح کو کیوں مقدس

تثلیث کا ایک رکن سمجھا جائے؟ اور کیوں اسکی جگہ ایلیاہ یا الیسع کو نہ دیجائے۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ یسوع مسیح اپنے دشمنوں کے سامنے عاجز ہے اور باوجود خواہش اُنکے پنجہ سے نہ نکل سکے بلکہ اُلٹے اخیر وقت مایوس ہوکر فرمانے لگے۔ ایلی۔ ایلی لما سبقتانی اے میرے خدا اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اور برعکس اس کے اسرائیلی نبیوں نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کیا اور اُن کو بھی اپنا اعجاز دکھایا۔ چنانچہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ الیسع کو گرفتار کرنے کے لیئے جو فوج آئی تھی وہ اندھی ہوگئی۔ حالانکہ مسیح کو گرفتار کرنے والے سپاہیوں کا بال بینکا نہ ہوا۔ اور نہ ہی مسیح نے اُن کو کوئی اعجاز دکھایا۔ یسوع نے رات بھر دعا مانگی لیکن بقول مسیحی صاحبان یہ دُعا قبول نہ ہوئی اور وہ گرفتار ہوکر صلیب پر کھینچے گئے اور ان سے کوئی معجزہ سرزد نہوا حالانکہ اسرائیلی نبیوں کی بہت دعائیں قبول ہوئیں۔ اور اُنھوں نے ہر موقعہ پر معجزات دکھائے۔ باایں ہمہ اگر یسوع خدا ہے تو زہے بریں عقل و دانش......

ملک صدق اور یسوع مسیح کا مقابلہ

مسیحیوں کے صحائف مقدسہ میں ایک اور عجیب و غریب ہستی کا ذکر ہے جس کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد خیال پیدا ہوتا ہے کہ یسوع جیسے کمزور انسان کو خدا بنانے والوں نے کیوں اس نرالی شخصیت کو الوہیت کی خلعت سے ممتاز نہیں کیا۔ اس اعجوبہ روزگار شخص کا نام مسیحی کتب کی رو سے "ملک صدق سالیم کا بادشاہ خدا تعالیٰ کا کاہن" ہے۔ جب ابراہیم بادشاہوں کو قتل کرکے واپس آتا تھا تو اسی نے اُس کا استقبال کیا اور اس کے لیئے برکت چاہی اسی کو ابراہیم نے سب چیزوں کی دہ یکی دی" اور پولوس صاحب اس شخص کی نسبت فرماتے ہیں۔ "یہ اول تو اپنے نام کے معنے موافق راستبازی کا بادشاہ ہے پھر سالیم یعنی صلح کا بادشاہ ہے۔ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے نہ اُس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا" آگے چلکر پولوس اس شخص کی طرف لوگوں کو اس طرح متوجہ کرتے ہیں:۔ "پس غور کرو کہ یہ کیسا بزرگ تھا جس کو قوم کے بزرگ ابراہیم نے لوٹ کے عمدہ سے عمدہ مال کی دہ یکی دی" عبرانیون ۷: ۱-۴ - جائے تعجب و حیرت ہے پولوس اس شخص کو صرف "بزرگ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بھلا ایسا شخص کہ نہ جس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر ہو کیونکر صرف بزرگ

. . . .

. . . انسان ہوسکتا ہے؟ ۔ انسان تو فانی ہے اور وہ جس کی زندگی کا اخیر نہو ہرگز فانی نہیں ہوسکتا۔ اور جو ہستی فنا سے بری ازلی و ابدی ہے وہ صرف خدائے تعالیٰ کی ذات واحد ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب مسیحی لوگوں نے مریم کے بیٹے کو جس کی عمر کا شروع اور زندگی کا آخر" ہوا ابن اللہ ازلی۔ ابدی۔ خدائے قدوس کا ہم پلہ و شریک بنا لیا تو پھر ملک صدق کی ذات کو جس کی کہانت کے طریقے پر اُن کا خداوند پیدا ہوا تھا کیوں طاق نسیاں میں رکھدیا ہے۔ یسوع مسیح کی کہانت بھی بقول پولوس ملک صدق کی پیروی سے ہے اور وہ "ملک صدق کے طریقے کا ابد تک کاہن ہے "عبرانیوں ۷: ۱۷۔ جب یہ حال ہو تو کیا وجہ ہے کہ "ملک صدق کے کاہن یعنی مسیح کو خود خدا تعالیٰ کے کاہن یعنی ملک صدق پر ترجیح دیجائے۔ اور مرید طریقت کو تو خدا کہا جائے لیکن پیر طریقت اس اعزاز سے محروم رکھا جائے۔ پولوس نے ملک صدق کو خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرایا ہے۔ مگر یہ سخت غیر منصفانہ کارروائی ہے کیونکہ اس صورت میں یسوع کو جو فانی انسانوں کی طرح مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا اور فانی لوگوں کی طرح اُس کی روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا ایک ایسے شخص پر فائق قرار دیا جاتا ہے جس کی پیدائش یا موت فانی وجودوں سے نرالی ہے پس اگر کوئی شخص خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا جاسکے تو سب سے مقدم اور سب سے زیادہ مستحق ملک صدق ہے۔ ایسے وجود کی نسبت یہ کہنا کہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ہے انصاف کا خون کرنا ہے ناظرین خود فیصلہ کریں مشبہ کون اور مشبہ بہ کون ہوسکتا ہے؟

یسوع کی الوہیت محض ایک توہم ہے

ہمارے اکثر ناظرین ملک صدق کے قصہ کو پڑھ کر خیال کرینگے کہ یہ محض ایک افسانہ ہے ہم اُن کے اس خیال سے متفق ہیں اور علیٰ وجہ بصیرت کہہ سکتے ہیں کہ واقعی یہ ایک من گھڑت کہانی ہے۔ لیکن ہم ساتھ ہی اس امر کے اظہار سے بھی باز نہیں رہ سکتے کہ جس طرح ملک صدق کا قصہ ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اسی طرح یسوع کا خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ بھی انسانی دماغ کی اختراع سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کوئی زیرک انسان ہرگز اسے باور کرنے کو طیار نہیں کہ ایک عورت کا بیٹا بھی خدا یا خدا کا بیٹا کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔ اس خیال پر ہی انسانی فطرت بغاوت کا اظہار کرتی اور ایسے گمان

بیہودہ کو سخت وہم اور بگڑے دلوں کی لغزش کا نتیجہ تصور کرتی ہے پس یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح کی الوہیت بھی اُسی قسم کے وہم و مردم پرستی کا نتیجہ ہے جو عیسائی مشنری کرشن کو بھگوان جاننے والوں یا دوسرے بُت پرست لوگوں کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں اور انصاف بھی اس امر کا مقتضی ہے کہ اگر ایک مسیحی ایک یہودی خاتون کے نورچشم کو یہوداہ کے عرش عالی پر بٹھا کر مورد طعن نہیں ہوسکتا تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہندو کو نندگوپال کے پرورش کردہ لال کی نسبت بھگوان کا عقیدہ رکھنے پر توہم پرست خیال کیا جائے؟ اگر ایک مسیحی کے نزدیک مقدس مریم کا بیٹا اپنی آسمانی طاقتوں کے سبب عرش عالی کا جائز سند نشین قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر اسی طرح ایک ہندو بھی ماتا دیوکی کے بلوان پُتر اور جے سودھا میّا کے گوُپال کرشن کو انتریامی پربھو کہکر پکارنے میں حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اگر ناصرت و گلیل کی بستیوں اور یاردن کے کناروں پر یہودی عورتیں مسیح کے معجزات کے نظارے دیکھتی تھیں تو بعینہٖ گوکل و متھرا کے نگر اور جمنا کے کناروں پر کرشن کی بنسی ہزاروں گوپیوں سے اطاعت کا خراج وصول کرتی اور اُس کی شکتی و بل کے غیر انسانی اعجاز برہم رشی دیش کے باشندوں کو یقین دلاتے کہ کرشن بھگوان خود ہی سب کچھ ہیں۔ لہٰذا اگر مسیحی مدعی آج ایک ہندو سے یہ کہے کہ کرشن کو بھگوان ماننا وہم ہے تو ہم اپنے دوست کی خدمت میں عرض کرینگے کہ جیسا کہ کرشن کو بھگوان ماننا وہم ہے ایسا ہی یسوع کو خدا ماننا بھی وہم در وہم ہے۔ نہ کرشن غیر فانی تھا اور نہ مسیح دونوں فانی انسان تھے۔ ہاں اُنکو خاص طور پر راستبازی اور مطہر ہونے میں عوام پر ایک فوقیت تھی اور وہ دنیا کو سچائی و راستی کی تعلیم دینے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے

اگر اس فوقیت کو غلطی سے بڑھا چڑھا کر بت پرست ہندو نے راجہ رامچندر جی۔ اور کرشن جی کو بھگوان کا اوتار بنا لیا تو اس فعل کے لئے جس طرح وہ قابل ملامت ہیں اسی طرح مریم کے بے زبان بیٹے کو خدا بنانے والے اس ہدف ملامت کا نشانہ ہیں۔ اور ایک خطرناک وہم میں مبتلا ہیں ❖

اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھو شاید ہماری کھری کھری اور صاف باتیں یسوع مسیح کے پرستاروں کو ناگوار گذریں کیونکہ سچائی ہمیشہ تلخ معلوم ہوتی ہے معاذ رہے کہ ہم کسی کی دل آزاری نہیں چاہتے لیکن اظہار حق سے بھی باز نہیں رہ سکتے۔ ہم نے اس مضمون میں

متواتر کہا ہے اور ایک دفعہ پھر گوش گذار کئے دیتے ہیں کہ یسوع مسیح کی خدائی اور دوسری قوموں
کے معبودوں کی خدائی میں مطلق فرق نہیں اگر ایک کو خدا مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ دوسرے کو
بھی وہی رُتبہ دیا جاوے۔ ہمکو معلوم ہے کہ یسوعی داعیان جب مسیح کی الوہیت پر تقریر کرنے کھڑے
ہوتے ہیں تو فصاحت و بلاغت سے کام لیکر لفاظی کے پُل باندھ دیتے ہیں۔ مگر یہ لفاظی یہ فصاحت ایک
کمزور انسان کو خدا نہیں بنا سکتی۔ ہر ایک ذی فہم اور صاحب عقل جان لیتا ہے کہ پادری صاحب
گو بات بات پر مثالیں دے رہے ہیں لیکن اس تمام تقریر کے اندر جان نہیں اور ان کی وعظ کا
مندر ریت کی بنیادوں پہ اُٹھایا جا رہا ہے۔ جب ایک مسیحی منادی پکار پکار کر دوسرے مذاہب
کے توہمات اور باطل پرستی کا ذکر کرتا ہے تو وہ اپنے عقاید کی کمزوری کو فراموش کر دیتا ہے۔ ورنہ جو شخص
ایک کمزور انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتا ہو اُسے کیونکر یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ دوسرے مذاہب
پر محض اس لئے زبان طعن دراز کرے کہ وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کو خدا سمجھتے ہیں دراصل بات
یہ ہے کہ مسیح کی خدائی کا عقیدہ ایسے لوگوں کا اختراع کردہ ہے جو ملک صدق کے سے افسانوں
کے قائل تھے جو لوگ ایسے قصوں پر ایمان لا سکتے تھے کہ ایک شخص ازلی و ابدی تھا۔ اُن کو
یسوع کی الوہیت اور کفارہ وغیرہ مسائل پر ایمان لاتے کیا دیر لگتی تھی اور یسوع کی الوہیت کا عقیدہ
پہلے پہل ایسے ہی لوگوں میں رائج ہوا جو ان بیہودہ قصوں کے قائل تھے چنانچہ جیسا ہم اوپر ذکر کر
چکے ہیں پولوس عبرانیوں کے خط میں اس توہم پرستی سے فائدہ اُٹھا کر اُن کی مسلمہ کہانیاں اُنکو
سُناتا اور مسیحیت کیطرف بلاتا ہے۔ خیر یہ تو پولوس اور پولوس کے زمانہ کا حال تھا۔ قابل افسوس
امر تو یہ ہے کہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی اس نادانی و توہم پرستی کو ایمان کا جزو سمجھا جاتا ہے اور
ماننے بھی وہ ہیں جو زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہیں۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بیشک مسیحی ممالک
میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو ان توہمات پر ایمان نہیں رکھتے اور اُن کی تعداد شمار کی حد
سے نکل گئی ہے اُن کا ضمیر یسوع کی خدائی کے لغو اور بیہودہ پھندے کی اطاعت سے بغاوت کر
چکا ہے تاہم کثیر التعداد ایسے اشخاص موجود ہیں جو اس باطل عقیدے پر قائم ہیں۔ اس کہنہ توہم نے
بنی نوع انسان پر اس قدر رعب ڈال رکھا ہے اور اس طرح لاکھوں انسانوں کی گردنوں کو اپنی
غلامی کے جوے تلے دبایا ہوا ہے کہ آج ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو اگرچہ دل سے اس عقیدے

کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن ظاہراً اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ اور حضرات پادری کو بھی گو دل میں اپنی کمزوری کا احساس ہے اور انسان کو خدا بناتے وقت ان کا ضمیر ضرور ان کو توہم پرست قرار دیتا ہے لیکن یہ لوگ دوسری اقوام کو برابر توہم پرست کے نام سے یاد کئے جا رہے ہیں اور اپنے عظیم الشان توہم کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اُن کو مسیح کی خدائی کا شہتیر نظر نہیں آتا اور اُن کی غیر اقوام کے تنکوں پر نظر پڑ جاتی ہے۔

مسیح کی نبوت اناجیل سے ثابت نہیں۔ گو عیسائی واعظ اپنے خداوند کی حمد و ثنا کا گیت گاتے وقت شاعری کے تمام مبالغات کو پیچھے چھوڑ جائیں اور خیالات کے بحرِ ناپیدا کنار کی شناوری میں فوقیت لیجائیں۔ لیکن واضح رہے کہ یہ شاعری یا شناوری واقعات کے بحرِ عروض یا بحرِ حقیقت کی موجوں کے مقابلہ میں کوئی کام نہیں دے سکتی وہاں محض معتقدات اور خیالات کو مدِنظر نہیں رکھا جاتا بلکہ ثبوت اور دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ مسیح کی الوہیت یا اُن کا ابن اللہ ہونا تو درکنار اناجیل کی رو سے تو وہ ایک اولوالعزم نبی بھی ثابت نہیں ہو سکتے۔ ان الفاظ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کے قائل نہیں اور اُن کو ہم اللہ تعالیٰ کے راستباز فرستادوں کے زمرہ سے خارج سمجھتے ہیں۔ حاشا و کلا ہمارا یہ اعتقاد نہیں بلکہ اس عبارت سے محض اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ مسیح کی نبوت کا جو ثبوت مسیحی کتب اور مسیحی واعظ پیش کرتے ہیں وہ ناکافی اور ناقابل قبول ہے اور اُس کی بنا پر ہم اُنہیں نبی ماننے کو طیار نہیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا ایک مقدس اور راستباز نبی حضرت مسیح اور اُن کی پاکباز والدہ کے متعلق شہادت نہ دیتا اور اُن کی نبوت اور صداقت کی تائید نہ فرماتا تو لاریب ہم کو اُن کے نبی ماننے میں تامل ہوتا کیونکہ بڑی سے بڑی شہادت جو ایک مسیحی پیش کر سکتا ہے وہ اناجیل اربعہ کے قصص ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ اناجیل تو خود پایہ اعتبار سے ساقط ہیں اور اُن کے بیانات قابل اعتبار نہیں۔ حضرت احمد علیہ السلام نے اپنی حین حیات میں اس بات کو بڑی تحدی سے پیش کیا تھا کہ اگر کوئی یہ بات ثابت کر دے کہ یسوع مسیح نے واقعی اتنے بڑے اور عظیم الشان معجزے دکھلائے ہیں جو بہ لحاظ شوکت و جلال میری آیات و نشانات سے بڑھے ہوئے ہیں تو میں اُسے ایک معقول انعام دونگا۔ لیکن ہندوستان کے کسی مسیحی کو

جرأت نہ ہوئی کہ اس مشتہرہ انعام کو حاصل کرتا۔ اس میں کلام نہیں کہ اناجیل میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ یسوع نے بہت سے نشانات دکھلائے اور خوارق عادت امور اُن سے سرزد ہوئے مگر اُس کا کیا ثبوت کہ یہ بیانات صداقت کے زیور سے مزین ہیں۔ بلکہ برعکس اس کے ہمارے پاس زبردست شہادتیں موجود ہیں جنکے رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصص من گھڑت غیر معتبر اور صداقت سے مُعرا ہیں۔ حضرت احمد کا انعامی اشتہار دینے سے بھی یہی مدعا تھا کہ مسیحی لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اُن کے ہاتھ میں کوئی ایسی شہادت اور ثبوت نہیں جس کی بنا پر وہ یہ کہہ سکیں کہ عہد جدید کی کتابوں میں جو مسیح کے معجزات مذکور ہیں وہ صحیح اور قابل اعتبار ہیں۔ ہوشیار مسیحی جانتے تھے کہ کوئی قانونی عدالت انجیلوں کی غیر معتبر شہادت پر مشتہرہ انعام کی ڈگری نہیں دے سکتی اور اُن کا قلب مانتا تھا اور مانتا ہے کہ انجیلی شہادت کو کوئی عقلمند آدمی تسلیم نہیں کرسکتا اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ لوگ جو ہزاروں روپیہ خرچ کر کے اور سمندر چیر کر گنگا جمنا کے کناروں پر مسیح کی خدائی کا وعظ کرنے آتے ہیں وہ کس طرح خاموش رہ سکتے تھے اور ایسے نادر موقع کو اپنے ہاتھ سے کیونکر دیتے جبکہ ایک طرف تو ہندوستان کے لوگوں کو یقین دلایا جا سکتا تھا کہ مسیح کی نسبت جن معجزات کا ذکر اناجیل میں ہے وہ صحیح ہیں اور دوسری طرف روپیہ بھی مفت میں ہاتھ آتا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں مسیحی لیڈروں کی خاموشی اور عدم جرأت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اُن کے پاس یسوع مسیح کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے بھی کوئی زبردست ثبوت نہیں۔

موجودہ اناجیل کی تاریخی حیثیت

حقیقت یہ ہے کہ یہ اناجیل مسیح کے معجزات اور نبوت کا یقینی اور زبردست ثبوت تو کیا دکھاوینگی ان کے شہادت سے تو یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ آیا جس شخص کا قصہ ان انجیلوں میں درج ہے وہ واقعی کوئی تاریخی آدمی بھی تھا یا نہیں۔ یا جس طرح ناولوں میں کسی فرضی شخص کو لیکر ہیرو بنایا جاتا اور اُس کی نسبت غیر معقول اور لاطائل افسانے گھڑ لئے جاتے ہیں یہاں بھی اُسیطرح کسی فرضی یسوع مسیح کو فرضی ہیرو بنا لیا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر فہیم اور عقلمند معترضین کی ایک جماعت اب یہ کہہ رہی ہے کہ یسوع نام کا جو شخص عہد جدید میں مذکور ہے وہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ یہ تو الف لیلہ کے الہ دین کی طرح ایک فرضی

نام ہے۔ الف لیلہ کے مصنف نے الہ دین کے لمپ اور جنّوں کے بیہودہ قصے تراشے تھے اسی طرح اناجیل کے مصنفین نے یسوع کے معجزات کی نسبت چند کہانیاں وضع کر لی ہیں۔ مسیحی لوگوں سے یہ بات پوچھنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ آپ، لوگ رامائن۔ مہابھارت کے قصوں کو کیوں خلاف از عقل مانتے ہیں؟ جبکہ اُن کے ماننے والے بھی آپ کی طرح ان کتابوں کو مقدس کتب سمجھتے اور جو معجزات رام کرشن بھیم اور ہنومان کی نسبت ان کتابوں میں درج ہیں ان کو حق سمجھتے ہیں۔ پھر اگر لوقا یا مرقس کو رسول کہکر اُن کے بیان کردہ قصص کو صحیح مانا جاوے تو کیوں والمیک اور بیاس کو رشی ماننے والوں اور اُن کی بیان کردہ کتھاؤں کو صحیح جاننے والوں پر طعن کیا جاوے۔

غرض اگر الہ دین کے لمپ کا قصہ بھیم کے ہاتھیوں کی کہانی۔ ہنومان کے پہاڑ کی داستان۔ کرشن کے ششیش ناگ کی کتھا اور راجہ رامچندر کی لیلا شاعرانہ اختراع اور بے بنیاد قصوں کا مجموعہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ اناجیل میں جو عجوبے درج ہیں وہ بھی خیالی اور فرضی افسانے قرار نہ دیئے جاویں؛

کیا یسوع واقعی کوئی تاریخی شخص تھا

یہ سوال آجکل مسیحی مذہب کے معترضین اور محافظین ہردو کی توجہ کو منعطف کر رہا ہے کہ آیا یسوع بھی کوئی تاریخی وجود تھا یا نہیں؟ یہ بحث کچھ مدت سے ایک قلمی جنگ کا موضوع ہو رہا ہے جس میں طرفین اپنی اپنی دلائل کے گولہ بارود کا استعمال کر رہے ہیں ہم اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ خواہ یسوع کوئی تاریخی وجود ہو یا نہو کم ازکم یہ ضرور معلوم ہوگیا کہ عہد جدید کی کتابیں تاریخی کتب کے پایہ سے ضرور گری ہوئی ہیں اور اُن کے مصنف معتبر وقائع نگاروں میں جگہ لینے کے قابل نہیں کیونکہ اگر یہ کتابیں اپنی تاریخی حیثیت کو قائم رکھ سکتیں اور اُن کے بیان کردہ قصص تاریخی معیار پر صحیح نکلتے تو پھر جس شخص کی کہانی ان کتابوں میں درج ہے اُس کے وجود پر کسیکو کیا شبہ ہو سکتا تھا اور کس طرح شک کی گنجائش ہوتی۔

یہاں پر اگر ہم یہ کہدیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی وجود پر کسیکو مطلق شبہ نہیں اور لاریب آپؐ تاریخی نبی ہیں۔ لیکن آپ کے مقابل میں جس شخص کو خدائی کا جبہ پہنایا جاتا ہے اُسکی

الوہیت اور نبوت کا تو ذکر ہی کیا اسکے تاریخی وجود پر ہی شبہات وارد ہوئے ہیں۔ اور اگر ہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کریں کہ اگر قرآن کی طرح اناجیل بھی واقعات کا مجموعہ ہوتیں تو اوّل الذکر نبی کی طرح موخر الذکر وجود کے متعلق کبھی شکوک پیدا نہ ہوتے۔ جائے تعجب ہے کہ یسوع سے پہلے ہزاروں آدمی ایسے ہوئے ہیں جن کو تاریخی اشخاص میں شمار کیا جاتا ہے اور انکی ہستی کی نسبت کسی کو شبہات لاحق نہیں ہوتے اور یسوع سے پہلے لوگوں کا کیا ذکر خود آنکے معاصرین بکثرت ایسے ہیں جنکی تاریخی ہستی مسلّم ہے۔ پھر سوائے اسکے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اناجیل مروجہ کی پیش کردہ کہانیاں صداقت اور اعتبار کے رنگ سے رنگین نہیں لہٰذا اُنکے معتبر اور صحیح ہونے میں لوگوں کو کلام پیدا ہوا اور اس سے جرأت پکڑ کر وہ ایک قدم آگے بڑھے اور خود مسیح کے تاریخی وجود پر شک کرنے لگ گئے۔ اب جبکہ یہ کتابیں خود مسیح کی ہستی پر شکوک پیدا کرانے کا موجب ہوئیں اور انکے مطالعہ سے مسیح کے تاریخی وجود پر ہی شبہات وارد ہوتے ہیں تو بھلا جو بیانات انہیں یسوع مسیح کے معجزات کے متعلق ہیں اُنکو کیونکر معتبر قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور کیونکر یسوع کے تاریخی وجود سے انکار کرنے والوں کا مُنہ بند کیا جا سکتا ہے؟

الہامی کتابوں کی صداقت کا معیار

ہم نے مذکورہ بالا سطور میں یورپ کے آزاد محققین کی تحقیقات کو بنا قرار دیکر اناجیل کے تاریخی کتب ہونے پر اعتراض کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ علمائے یورپ گھر کے بھیدی ہونے کے سبب عیسائی کتب مقدسہ کی چھان بین کا اہم فرض ادا کرنیکی اہلیت رکھتے ہیں۔ لیکن ہم نہیں چاہتے کہ ایسی کتب کو جنکی نسبت آسمانی ہونیکا دعویٰ کیا جاتا ہے محض ایک زمینی معیار سے ہی جانچیں کیونکہ آسمانی اور زمینی کتب میں لاریب آسمان و زمین کا فرق ہوتا اور اول الذکر موخر الذکر پر ایک خاص درجہ امتیاز اور فوقیت رکھتی ہیں۔ آسمانی کتب کا آسمان سے تعلق ہوتا ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کے کسی پاک بندے کی معرفت غیب کے خزائن کو عالم سفلی کے باشندوں میں تقسیم کرتی ہیں

لہٰذا اُن میں جو خصوصیت ہوتی ہے وہ "نبوت" کا شعبہ یا پیشگوئیوں کا سلسلہ ہے۔
لہٰذا آسمانی یا الہامی کتب کی شناخت کے لیئے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کتاب میں جو نبوت یا نبوتیں کی گئی ہیں وہ کہاں تک عظمت و جبروت و صداقت کے مرصع زیور سے آراستہ ہیں اور آیا کہ وہ احاطہ تحریر میں آنے یا اشاعت پانے کے بعد لفظ بہ لفظ پوری بھی ہوئیں یا نہیں؟ پس اگر کسی کتاب میں درج شدہ نبوت یا نبوتیں اپنے وقت پر پوری ہو جائیں تو انکا پورا ہونا اس امر کی علامت ہے کہ کتاب زیر بحث میں خدائے تعالیٰ کا کلام ضرور موجود ہے۔ ایسی کتاب کو کلیۃً رد کرنا ایمانداری کا شیوہ نہیں ہوسکتا البتہ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک کتاب ابتداءً خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہو لیکن فن تحریر کی عدم موجودگی یا عدم سہولیت کے باعث نازل شدہ "کلام الٰہی" صاحب کتاب کی حین حیات میں قلمبند نہ ہوسکا ہو اور اُسکی وفات کے بعد طویل مدت گذرنے پر اُسکے پیروؤں میں سے دو چار ہوشیار اشخاص نے سُنی سُنائی باتوں کو جمع کر کے کتابوں کی صورتیں مرتب کر دیا ہو۔ ایسی حالت میں بھی ہم ان کتابوں کو کلیۃً غلط نہیں ٹھہرائیں گے بلکہ یہ کہیں گے کہ اگر ان کتابوں میں درج شدہ کوئی ایک "نبوت" بھی پوری ہو جائے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کتاب دراصل خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھی مگر بعد میں اس کی عبارتوں کو محرف و مبدل کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک غیر ملہم مصنف آئیندہ آنیوالے واقعات کو ایک کتاب میں لکھدے اور پھر وہ بعینہٖ بعد میں اُسی طرح پورے بھی ہوں جس طرح کہ کتاب میں پہلے لکھا جاچکا ہو

غرض ایک الہامی کتاب کے منجانب اللہ ہونے کا یہ معیار ہونا چاہیئے کہ اُس میں جو "نبوتیں" لکھی ہوئی ہیں وہ لکھے جانے کے بعد نبوت کے مطابق پوری ہوں ہاں اگر یہ پیشگوئیاں سُنی سُنائی کہانیوں کے مطابق کسی کتاب یا کتابوں میں پورا ہونے کے بعد لکھی جائیں اور کہا جائے کہ فلاں شخص نے یہ پیشگوئی کی تھی جو فلاں وقت پوری ہوئی لیکن پورا ہونے سے قبل وہ نبوت یا پیشگوئی حوالۂ قلم کر کے شائع نہیں ہوئی تھی تو ایسی کتاب کا منجانب اللہ ہونا مشکوک ہوگا پس الہامی کلام کا یہ معیار ہونا چاہیئے کہ آیندہ آنیوالے

واقعات کی نسبت اُس میں نبوت کی گئی ہو اور پھر وہ نبوت یا نبوتیں پورا ہونے سے قبل تحریر میں آچکی ہوں اور نبوت کا وقت بھی ایسا ہو جب ظاہری حالات پر نظر کرکے کسی فانی انسان کے وہم میں بھی نہ آسکے کہ آیندہ واقعات وہ صورت اختیار کرینگے جو پیشگوئی میں مرقوم ہے۔ اب اس بات کو مدِّ نظر رکھکر دیکھ لینا چاہیئے کہ آیا ایک کتاب من وعن خدا کا کلام ہے یا اُس میں خدائی کلام کے ساتھ انسانی بناوٹیں بھی مخلوط ہیں۔

اناجیل مروّجہ اور پیشگوئی کا معیار

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ آیا اناجیل مروّجہ بھی اس معیار کے مطابق خدا کا کلام ثابت ہوتی ہیں یا نہیں؟ اگر یہ ثابت کیا جا سکے کہ اناجیل میں ایسی پیشگوئیاں موجود ہیں جو پورا ہونے سے قبل تحریر میں آچکی تھیں تو ہر ایک طالب حق کا فرض ہوگا کہ کم از کم ان عبارتوں کو تو کلام الٰہی تصوّر کرلے اور مان لے کہ واقعی وہ کلام ہے جو یسوع مسیح پر نازل ہُوا تھا اور یسوع مسیح خدا کا نبی تھا۔ لیکن یہ نبوتیں، خدائی کی دلیل نہیں ہوسکتیں۔ اور نہ ہی ان چار کتابوں کے مصنفین کے اقوال کی بنا پر کوئی فیصلہ ہوسکتا ہے۔ ان لوگوں نے یقیناً مسیح سے مُدّت بعد موجودہ کتابیں لکھی ہیں اور اگر انمیں سے کوئی یہ کہے کہ فلاں پیشگوئی مسیح نے کی تھی جو اُسی طرح بعد میں پوری ہوئی تو یہ قول اس بات کا ثبوت نہیں ہوسکتا کہ واقعی حضرت مسیح نے ایسی پیشگوئی فرمائی تھی۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ہر ایک پیشگوئی کی صداقت کے لیئے معیار یہ ہونا چاہیئے کہ وہ پیشگوئی پورا ہونے سے قبل قلم و کاغذ سے بغلگیر ہو چکی تھی یا ملہم کی اپنی لکھی ہوئی یا لکھائی ہوئی یادداشت اس کے پورا ہونے سے قبل موجود تھی۔ اسکے علاوہ یہ بھی دیکھنا لازم ہے کہ اس پیشگوئی کے اصل الفاظ کیا تھے اور آیا کہ وہ الفاظ واقعات پیش کردہ کے ساتھ کہاں تک مطابقت رکھتے ہیں؟ اگر اناجیل کی نبوتیں، ان شرائط کے معیار پر صادق آئیں تو ہم کو ضرور ماننا پڑیگا کہ اگر کُل نہیں تو اناجیل کے بعض حصص ضرور حضرت مسیح پر نازل شدہ الہامات ہیں اور صاحب الہامات یعنی یسوع مسیح خدائے تعالیٰ کے صادق نبی تھے۔

اناجیل اس معیار کے مطابق صداقت سے معرا ہیں

آؤ اب ہم عہد جدید کی کتابوں کو بغور ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ آیا انہیں مذکورہ بالا شرائط کے مطابق کوئی پیشگوئی یا پیشگوئیاں پائی بھی جاتی ہیں یا نہیں؟ تمام اناجیل کو خواہ مصدقہ ہوں یا غیر مصدقہ متفق علیہ طور پر مانا جاتا ہے کہ وہ سب حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب سے بہت دیر بعد لکھی گئی تھیں۔ گو مسیح اس واقعہ کے بعد بھی مدت تک زندہ رہے لیکن ملک شام سے انکا قطع تعلق ہوچکا تھا اور اہل شام کے نزدیک وہ اس زمین سے ہمیشہ کے لیئے رخصت ہو چکے تھے اسلیئے انجیلوں کی تمام تحریریں حضرت مسیح علیہ السلام کے جدا ہونے کے وقت سے بہت دیر بعد قلم و قرطاس کے سپرد ہوئی تھیں۔ اور یہ بھی مسلم امر ہے کہ اناجیل میں جو نبوتیں کی گئی ہیں اُن میں سے اکثر ایسی ہیں جو اناجیل کی تحریر میں آنے سے قبل ہی وقوع میں آچکی تھیں یا یوں کہو کہ جو واقعات نبوتوں کے متعلق پیش کیئے گئے ہیں اُنسے بہت مدت بعد انجیلیں لکھی گئی تھیں گویا دنیا کو ان واقعات کے بعد علم ہوا کہ ان امور کے متعلق یسوع مسیح نے کوئی پیشگوئی کی تھی۔ اگر ان اناجیل کی تحریر سے قبل کوئی یادداشت بھی ہوتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ حضرت مسیحؑ کی نبوتیں اُسی وقت نوٹ کی گئی تھیں جب خدائے تعالیٰ نے اُنکو خبر دی تھی لیکن افسوس کوئی ایسی یادداشت موجود نہیں لہٰذا ہمارے پاس اس امر کے باور کرنے کا کوئی ثبوت نہیں کہ اناجیل کے مصنفین جن گذشتہ واقع شدہ پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہیں وہ در اصل مسیح علیہ السلام پر نازل شدہ الہامات کے مطابق وقوع میں آئیں تھیں یا عقیدت مند مریدوں نے اپنے پیر کی طرف یونہی منسوب کردیں۔ اس نوعیت کی پیشگوئیاں بھی اناجیل میں کثیر التعداد نہیں بلکہ معدودے چند ہیں اور اُنکے متعلق جن واقعات کا ذکر ہے وہ انجیلی پیشگوئیوں کی اشاعت سے مدت مدید پہلے عدم سے وجود میں آچکے تھے۔ اور ان پیشگوئیوں کو بھی اگر ناقدانہ نظر سے دیکھا جائے تو "نبوت" اور واقعہ میں تضاد معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ جب فریسیوں نے مسیح سے نشان طلب کیا تو اُس نے کہا

"اس زمانے کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں پر یونس نبی کے نشان
کے سوا کوئی نشان اُنہیں دکھایا نہ جائے گا۔ کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی
کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا" متی ۱۲: ۳۹
و ۴۰ اور متی باب ۱۶: ۴ لوقا باب ۱۱ اور مرقس ۸: ۱۱ وغیرہ۔ اب یہ کہا جاتا ہے کہ
جب یسوع کو قبر میں ڈالا گیا اور اسکے بعد وہ تیسرے دن جی اُٹھا تو یہ واقعہ اس پیشگوئی
کے مطابق عمل میں آیا تھا۔ لیکن اس توضیح سے ہم کو اتفاق نہیں بلکہ اسپر دو سخت
اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اوّل۔ جو وقت "نبوت" کے الفاظ میں دیا گیا ہے وہ اصل وقت سے تطابقت
نہیں کھاتا۔ پیشگوئی میں تین دن اور تین راتیں مندرج ہیں مگر وقوع میں اسکے
خلاف آیا ہے یعنی مسیح زمین کے اندر، صرف ایک دن اور دو راتیں رہے۔ اس صورت
میں لازم آتا ہے کہ اس پیشگوئی کو غلط قرار دیں اور سمجھیں کہ مسیح کی ایک "نبوت"
غلط نکلی۔

دوم۔ ہمارے پاس اس امر کے باور کرنیکے لیئے کوئی یقینی وجہ موجود نہیں کہ آیا یہ
پیشگوئی مسیح نے کی تھی یا کسی زید بکر کی بناوٹ ہے کیونکہ یہ انجیلیں اس واقعہ کے بعد
لکھی گئیں۔

اناجیل کی چند اور پیشگوئیاں

اس ایک نمونہ کے بعد ہم اناجیل کی باقیماندہ پیشگوئیوں پر بھی ایک نظر
ڈالتے ہیں چنانچہ مرقس لکھتے ہیں (۱) "پھر وہ اُنہیں تعلیم دینے لگا
کہ ضرور ہے کہ ابن آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہ اسکو رد
کریں اور وہ قتل کیا جائے اور تین دن کے بعد جی اُٹھے" مرقس ۸: ۳۱

(۲) "ابن آدم آدمیوں کے ہاتھ میں حوالے کیا جائیگا اور وہ اُسے قتل کرینگے اور
وہ تیسرے دن زندہ کیا جائیگا" متی ۱۷: ۲۳

(۳) "مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائیگا" متی ۲۶: ۲۱

(۴) "تم سب اسی رات میری بابت ٹھوکر کھاؤ گے" متی ۲۶: ۳۱

(ن) "میں تجھ (پطرس) سے سچ کہتا ہوں کہ اُسی رات مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کریگا" متی ۲۶ ۔ ۳۴

ان "نبوتوں" کے مطالعہ سے ناظرین پر یہ امر بخوبی روشن ہو جائے گا کہ محولہ بالا اناجیلی عبارتیں یسوع مسیح کے شاگردوں کی بے وفائی۔ یسوع مسیح کی تکالیف۔ قبر سے نکلنے وغیرہ کے متعلق ہیں اور یہ تمام واقعات اس زمانہ سے مدتوں پہلے وقوع میں آچکے تھے جبکہ اناجیل موجودہ کے مصنفین نے ان اناجیل کو قلمبند کیا تھا لہذا یہ پیشگوئیاں اُس معیار کے مطابق جو ہم نے مقرر کیا ہے پیشگوئیاں قرار نہیں دیجا سکتیں کیونکہ "نبوت" یا پیشگوئی کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی واقعہ کے عمل میں آنے سے پیشتر اسکی خبر دیجائے لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے اناجیل کے مصنف جو ان پیشگوئیوں کو مسیح کی طرف منسوب کرتے ہیں مسیح کے بعد گذرے اور شنی سنائی باتوں کو اُنہوں نے لکھ مارا اور اغلباً یہ ہُوا ہوگا کہ جذبات عقیدت سے متاثر ہو کر اُنہوں نے لکھدیا کہ مسیح کو جو دُکھ پہنچا اُس کی خبر اُنھوں نے پہلے سے دیدی تھی)۔ اگر بفرض محال یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ مسیح نے ان واقعات کے متعلق پہلے سے خبر دی تھی تو ہمارے پاس یا مسیحی لوگوں کے پاس اس بات کے معلوم کرنے کا کیا ذریعہ ہے کہ یہ الفاظ وہی ہیں جو مسیح پر نازل ہوئے تھے۔ یا یہ کہ صلیبی واقعہ بعینہٖ حضرت مسیح کے الفاظ کے مطابق ظہور پذیر ہُوا؟ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا اور قیاس اس کی تصدیق نہیں کرتا کہ اناجیل کے مصنفوں نے صلیب کے واقعہ کو مسیح کے الفاظ سے تطابق دینے کے لئے الفاظ کو بدل دیا ہو۔ فتدبروا یا اولی الابصار

(باقی آیندہ انشاءاللہ)

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ایک اور پیشگوئی کا پورا ہونا

خدائے تعالیٰ نے اس اُمت مرحومہ کے اولیاء پر بھی عجیب در عجیب انعام کیئے ہیں جنکو

دیکھکر ایک انسان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہو
اور انسان بلا اختیار بول اُٹھتا ہے کہ اُس نبی کی کیا ہی شان ہے جسکے اتباع پر
خدائے تعالیٰ کے اسقدر بڑے فضل ہیں اُن بڑے بڑے انعامات میں سے جو
خدائے تعالیٰ نے اس اُمت کے صلحاء پر کیئے ہیں ایک کشف و الہام کا انعام
بھی ہے اور اس اُمت کے بعض اولیاء اللہ کے الہامات و کشوف ایسے بیّن اور
اُن کا دامن ایسا وسیع ہے کہ انسان کی عقل دیکھکر دنگ رہ جاتی ہے حتّٰی کہ
اُن کے کشوف و الہامات اپنی صراحت اور وسعت اور تبیّن میں اگر کل نہیں تو
اکثر انبیاء بنی اسرائیل کے کشوف و الہامات پر کئی درجے سبقت لیجاتے ہیں۔ اس
اُمت مرحومہ کے صلحاء کے کشوف کی ایک عجیب مثال حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ
کا حیرت انگیز کشف ہے جس کا نظارہ انہوں نے ایک دلکش قصیدہ میں کھینچا ہو
اور چونکہ خدائے تعالیٰ کا منشاء تھا کہ یہ قصیدہ ہمیشہ کے لیئے محفوظ رہے اسلیئے
خدائے تعالیٰ نے اس قصیدہ کو لوگوں میں ایک شہرت بخشدی۔ اور انہوں نے
بڑی محبت کے ساتھ اس کو محفوظ رکھا اور شائع کرتے رہے اور جب خدائے تعالیٰ
نے قلمی خزانوں کی حفاظت کا ایک نیا ذریعہ یعنی مطابع کا سلسلہ پیدا کیا تو یہ قصیدہ
مطبوع ہوگیا چنانچہ پہلے پہل اسکو مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید نے اپنی کتاب
اربعین فی احوال المہدیین کے ساتھ شائع کیا۔ یہ کتاب ۲۵ محرم الحرام ۱۲۶۸ء
میں شائع ہوئی۔ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ مسیحیت سے بہت عرصہ پہلے۔
اور خود اس صاحب کشف بزرگ کو جس نے اپنے عجیب و غریب کشف کا نقشہ اس
قصیدہ میں کھینچا ہے فوت ہوئے کئی سو سال ہوگئے یہ مرد باخدا ہندوستان
میں اپنی ولایت اور اہل کشف ہونے کا شہرہ رکھتا ہے اور ہندوستان کے اولیاء
کاملین میں سے ہے۔ یہ دہلی کے نواح کے رہنے والے تھے۔ اُن کا زمانہ ۵۶۰ ہجری
اُن کے دیوان کے حوالہ سے بتایا گیا ہے اور یہی زمانہ اس قصیدہ کی تصنیف کا ہے
ہمیں یہاں اس قصیدہ کو تمامہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں جو صاحب چاہیں

اربعین فی احوال المہدیین میں اسکو دیکھ سکتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسکو اپنی کتاب **نشان آسمانی** میں جس کا دوسرا نام **شہادۃ الملہمین** بھی ہے شائع کیا ہے۔ ہمیں یہاں اس قصیدہ کی ایک ایسی پیشگوئی کا ذکر کرنا مقصود ہے جو آجکل پوری ہوئی ہے۔ جسوقت حضرت مسیح موعودؑ نے اس قصیدہ کو شائع کیا اُسوقت یہ پیشگوئی ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھی مگر تعجب کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس خاص شعر پر جس میں یہ آنیوالی پیشگوئی درج ہے الٰہی تحریک سے ایک حاشیہ لکھا ہے جس میں آپنے کھولکر بیان فرمایا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے جو آیندہ پورا ہوگا اور بڑی بسط سے اُسکی تفصیل بھی بیان فرمادی ہے کہ وہ اس رنگ میں پورا ہوگا چنانچہ جس رنگ سے حضرت مسیح موعودؑ نے اس نشان کا ظاہر ہونا بیان فرمایا ہے ہو بہو اُسی رنگ سے یہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی ہے۔

قصیدہ کے ابتداء میں یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ مَیں ایک عجیب نظارہ دیکھتا ہوں اور ایک آنیوالے زمانہ کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے لایا گیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ مَیں نجوم کی بنا پر یہ پیشگوئی نہیں کرتا بلکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ نظارہ مجھے دکھایا گیا ہے۔ وہ دو شعر جن کے ساتھ وہ اپنی پیشگوئی کو شروع کرتے ہیں یہ ہیں :-

قدرتِ کردگار مے بینم ∴ حالتِ روزگار مے بینم
از نجوم ایں سخن نمے گویم ∴ بلکہ از کردگار مے بینم

واقعی ہم تصدیق کرتے ہیں کہ اس بزرگ نے بناوٹ یا کسی زمینی علم کی بنا پر نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ سے علم پاکر اس عجیب قصیدہ کو شائع کیا ہے جس میں کئی عجیب و غریب واقعات کا انکشاف کیا گیا ہے جو آج سات آٹھ سو سال بعد پورے ہو رہے ہیں۔ اتنے بعید زمانہ کے واقعات کا ایسے بیّن اور روشن الفاظ میں نقشہ کھینچنا سوائے ایسے شخص کے جو خدا سے الہام پاکر بولتا ہو یا جسکی آنکھوں کو خود خدائے تعالیٰ

نے آنیوالے واقعات کا نظارہ کرادیا ہو اور کسی متنفس کا کام نہیں ہو سکتا - اور یہ عجیب انکشافات خدائے تعالیٰ کی ہستی کا ایک زبردست ثبوت ہیں -

یہ بزرگ آگے چلکر فرماتے ہیں :-

غین و رے سال چوں گذشت از سال
بوالعجب کاروبار مے بینم

یعنی ۱۲۰۰ ہجری کے بعد عجیب وغریب کاروبار کشفی نظر میں مجھے دکھائی دیتا ہے اسکے بعد وہ تیرھویں صدی کے فتنوں کا نقشہ کھینچتے ہیں - اور پھر فرماتے ہیں

غم مخور زانکہ من دریں تشویش ٭ خرمی وصل یار مے بینم

یعنی جن فتنوں اور تشویش کا نظارہ کھینچا گیا ہے جو ۱۲۰۰ھ کے بعد یعنی تیرھویں صدی میں ظاہر ہوں گے انکو سنکر مت گھبراؤ کیونکہ اُن کے ظہور کے بعد ان فتنوں کو دُور کرنے کے لیئے دلبر کے ظہور کی خوشبو مجھے آتی ہے - وہ فرماتے ہیں

چوں زمستانِ بیچمن بگذشت ٭ شمس خوش بہار مے بینم

یعنی جب فتنوں اور تشویش کا زمانہ جو تیرھویں صدی کا زمانہ ہے گذر جائیگا تو تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے سر پر مشرق سے ایک آفتاب طلوع کریگا - پھر نہایت ہی پیارے شعروں میں اُس دلبر کی شان کو بیان کیا گیا ہے بلکہ یہاں تک بھی لکھدیا گیا ہے کہ اُسکا نام احمد ہوگا اور وہی مہدی اور وہی عیسیٰ ہوگا - اُسکے وجود سے دین کا باغ رونق پکڑے گا اور دشمن ذلیل ہوگا - شان نبوت اُس میں نمایاں ہوگی اور علم وحلم اُس کا شعار ہوگا - اور پھر لکھا ہے

دور او چوں شود تمام بکام ٭ پسر او یادگار مے بینم

ان سب باتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب نشان آسمانی میں بیان کردیا ہے - ناظرین اُس جگہ ملاحظہ فرماویں - میری غرض اس جگہ ایک اور پیشگوئی کا بیان کرنا ہے جو اس قصیدہ کے آخر میں ہے اور جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آجکل پوری ہوئی ہے - یہ پیشگوئی قصیدہ

مذکورہ کے آخری شعر سے پہلے شعر میں ہے اور وہ شعر یہ ہے :-

ترکِ عیّار سُست مے نگرم

خصم او در خمار مے بینم

اس شعر کا مطلب جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اُسی وقت کتاب مذکورہ کے دیباچہ صفحہ د (طبع باردوم - جنوری ۱۸۹۶ء) پر لکھا ہے یہ ہے کہ اُس مسیح کے ظہور کے بعد تُرکی سلطنت کچھ سُست ہوجاویگی اور سلطنت کا مخالف بھی فتح یابی کا کچھ اچھا پھل نہیں دیکھے گا - اور آخرکار فتح کا سرور جاتا رہیگا - اور خمار رہ جائے گا - چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے چار پانچ سال بعد یہ پیشگوئی ٹھیک اُسی طرح پوری ہوگئی جس طرح کہ حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے سات آٹھ سو سال قبل بیان فرمائی تھی اور اُسی تشریح کے مطابق جو ۱۸۹۶ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس شعر کی بیان فرمائی - حضرت مسیح موعودؑ اُن معنوں کی نسبت جنکو مَیں نے اوپر نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ یہی "اس شعر کے صحیح معنے ہیں" اور عجیب بات یہ ہے کہ اگرچہ اٹلی والوں نے طرابلس میں اور بلقانی ریاستوں نے (جو قومیت کے لحاظ سے روسیوں کے بھائی بند ہیں اور دراصل یہ ایک ہی قوم کے لوگ ہیں اور اس قوم کا نام سلاونک Slav ہے اور انہوں نے روسیوں کی شہ اور امداد سے تُرکوں کے ساتھ جنگ کی ہے) مشرقی یورپ میں تُرکوں کو سخت شکست دیکر انکو ان ملکوں سے نکالدیا ہے اور انکی طاقت کو سخت کمزور کردیا ہے - مگر پھر بھی حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح کے مطابق ان مسیحی قوموں کو اپنی فتح کا سرور جاتا رہا ہے اور صرف خمار ہی باقی رہ گیا ہے - اٹلی والوں نے فتح تو حاصل کی مگر کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا بلکہ نقصان

اُٹھایا ہے اور ابتک طرابلس کے عربوں نے ناک میں ان کا دم کر رکھا ہے اور ساحل سے آگے بڑھ نہیں سکے اور ابھی تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ ورنہ کے مقام پر ۲۶ مئی کو عربوں نے اٹلی والوں کو بھاری شکست دی اور انکے کئی افسر میدان جنگ میں کام آئے۔ اور جانوں کا سخت نقصان ہوا۔ آخر اٹلی والوں کو اپنے مردے اور زخمی سپاہی اور افسر اور سارا سامانِ جنگ میدان میں ہی چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور پھر بھی عربوں نے پیچھا نہ چھوڑا اور بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو تہ تیغ کیا آخر بڑی مشکل سے اٹلی والے ساحل کے قریب اپنے مورچوں میں آکر پناہ گزین ہوئے۔ تب اُن کے دم میں دم آیا۔ غرض اس بات میں کچھ شک نہیں کہ اٹلی والوں کا فتحیابی کا سرور بالکل جاتا رہا ہے۔ صرف خمار ہی خمار رہ گیا ہے۔ بلقانی ریاستوں کا بھی یہی حال ہے فتحیابی کے بعد آپس میں لڑ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو تہ تیغ کر رہے ہیں اور کئی ہزار آدمی انکی باہمی جنگ کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ مگر اس بدمزگی اور باہمی کشیدگی اور جنگ و جدل سے فتحیابی کا سرور تو انکا بھی جاتا رہا ہے۔ صرف خمار باقی ہے۔

اس نوٹ میں حضرت مسیح موعود نے ایک اور بھی لطیف بات لکھی ہے اور وہ بھی پوری ہو رہی ہے۔ آپ اس شعر کی تشریح کے بعد تحریر فرماتے ہیں "اور حدیثوں کے رُو سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کے ظہور کے وقت ترکی سلطنت کچھ ضعیف ہو جائے گی۔ اور عرب کے بعض حصوں میں نئی سلطنت کے لیئے کچھ تدبیریں کرتے ہونگے اور ترکی سلطنت کو چھوڑنے کے لیئے تیار ہونگے۔ سو یہ علامات مہدی موعود اور مسیح موعود کی ہیں۔ جس نے سوچنا ہو سوچے" یہ علامات بھی صریح طور پر آج پوری ہو رہی ہیں کُل دنیا جانتی ہے کہ ترکی سلطنت ضعیف ہو چکی ہے اور یہ ضعف اُسکو خصوصاً سنہ ۱۹۱۲ء میں پہنچا ہے اور عرب کے بعض حصوں میں ترکی سلطنت سے آزادی حاصل کرنے اور آزاد خود مختار حکومت قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

٭ اس مضمون کے لکھنے کے بعد اٹلی والوں کو طرابلس میں ایک اور سخت شکست پہنچی ہے جسمیں بہت سے اٹالوی افسر اور سپاہی ہلاک ہو گئے ہیں۔

چنانچہ اٹلی کی جنگ سے پہلے اپنی آزادی کے لیئے اہل عرب نے ترکی فوجوں کا مقابلہ کیا اور اس جنگ میں ترکوں کو سخت زکیں پہنچیں - اب بلقان کی لڑائی کے ختم ہونے کے بعد عرب پھر ترکوں کا جوا اپنے سروں پر سے پھینک دینے کی فکر میں ہیں - اور بعض حصوں میں تو اُنہوں نے ترکوں کا مقابلہ بھی کیا ہے اور عربوں میں ترکوں سے آزادی حاصل کرنے کے لیئے ہل چل جاری ہے اور ابھی چند دنوں کی بات ہے - کہ دو ترکی افسر عربوں کے ہاتھ سے بصرہ کے قریب قتل کیئے گئے - ذیل میں اخبار پائونیر کے تازہ پرچوں میں سے چند اقتباسات نقل کیئے جاتے ہیں تا ناظرین کو معلوم ہو کہ واقعی بعض حصوں میں آجکل عرب ترکوں کی حکومت کا جوا اپنی گردنوں پر سے اُتار پھینکنے کی کوشش میں ہیں -

پائونیر ۲۵ - مئی ۱۹۱۳ء رقمطراز ہے :-

"شمال مشرقی عرب کے متعلق جو خبر بصرہ سے شائع کی گئی ہے اُسکو پڑھکر تعجب ہوتا ہے - بیان کیا گیا ہے کہ عرب کے ایک شیخ - بن سعود نامی نے دو قلعوں القطیف اور الحصان پر حملہ کیا اور جتنی ترکی سپاہ ان دو قلعوں میں موجود تھی - اُن سب نے عربوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے - اور شیخ مذکور نے ساری ترکی سپاہ کو پکڑ کر ایک انگریزی جہاز میں سوار کر کے بحرین میں بھیجدیا ہے"

پائونیر مورخہ ۲ جون ۱۹۱۳ء عرب میں بےچینی - بنی عکوف کے قبیلہ کی بابت خبر پہنچی ہے کہ وہ مکہ معظمہ اور جدہ کے مابین سات سو آدمی کی تعداد میں جمع ہے اور جدہ سے خبر آئی ہے کہ تمام سڑکیں جو جدہ سے ملک کے اندر جاتی ہیں انکو اُنہوں نے روک رکھا ہے "

پائونیر مورخہ ۲۰ - جون ۱۹۱۳ء -

"چند سالوں سے نہ صرف جزیرہ نمائے عرب میں بلکہ عراق عرب میں بھی قسطنطنیہ کی حکومت کے برخلاف سخت نفرت محسوس کی جارہی ہے - یمن میں جو بار بار بغاوتیں ہوتی رہیں وہ اسی نفرت کا ثبوت تھیں - اور جزیرہ نمائے عرب

کے مشرق میں امیر نجد اور دیگر شیخ گاہے گاہے اپنی آزادی اور خودمختاری کا عملی اظہار کرتے رہتے ہیں۔ دجلہ و فرات کی وادی میں جو عربی قبائل بود و باش رکھتے ہیں وہ اس وقت بھی وقتاً فوقتاً بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرتے رہے جبکہ نظام پاشا مرحوم بغداد میں حاکم تھا اور عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک وسیع بےچینی علاقہ بغداد میں پھیلی ہوئی تھی۔ نوجوان ترکوں کی حکومت کے آنے سے کوئی نیک نتیجہ ... پیدا نہیں ہوا۔ جب پہلے اٹلی کے ساتھ اور پھر بلقانی ریاستوں کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی تو تھوڑے عرصہ کے لیئے بغاوت رکی رہی۔ اور اس اپیل نے کہ سب مسلمانوں کو ایک ہو جانا چاہیئے عربوں پر بھی اثر کیا اور اسلیئے انہوں نے اس عرصہ میں بغاوت کے خیال کو ملتوی کر دیا۔ اب جبکہ جنگ کا زمانہ گذر چکا ہے۔ اہل عرب پھر سلطنت روم کے برخلاف بےچینی کا اظہار کر رہے ہیں اور اگر آستانہ علیا سخت شورش کو روکنا چاہتا ہے تو اسکو چاہیئے کہ عربوں کے ساتھ اپنی حکومت کی پالیسی میں کچھ اصلاح کرے۔ چونکہ یورپ کے بہت سے صوبے اب ترکوں کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں اسلیئے اب سلطنت روم کو یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ جو ترک حکام اور عہدہ دار۔ پہلے یورپ کے علاقوں میں مختلف مقامات پر متعین تھے انکو یا تو پنشن دیکر رخصت کرے یا ایشیائی صوبوں میں انکو بھرتی کرے اور ایسے عہدہ داروں کی تعداد کچھ کم نہیں جو یورپ کے صوبجات کے نکل جانے کے سبب اب بیکار ہو گئے ہیں۔ مالی حالت اجازت نہیں دیتی کہ ان بیکار عہدہ داروں کو پنشن دیکر رخصت کر دیا جاوے۔ اسلیئے اس عہدہ داروں کی فوج کے لیئے ایشیائی صوبوں میں جگہ تلاش کی جا رہی ہے اور اس کا ایک نتیجہ اب یہ ہو گا کہ جو جو عہدے پہلے عربوں کو اپنے اپنے علاقوں میں ملتے تھے اب وہ ترکوں کو دیئے جائیں گے اور یہ امر آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس سے عربوں میں ضرور ناراضگی پھیلے گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نتیجہ عرب کے شمال مغربی حصہ میں ابھی سے ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے اور بعض عرب کے

قبائل اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور جو راستہ حاجیوں کا جدہ سے مکہ معظمہ کی طرف جاتا ہے اُس راستہ میں لوگوں کی آمد و رفت کو روک رکھا ہے - امید کیجاتی ہے کہ اب پھر اس امر کا تقاضا شروع ہوگا کہ عرب ترکوں سے آزاد ہونا چاہیئے اور اس میں ایک خود مختار حکومت قائم کی جانی چاہیئے - عرب کے مشرقی حصہ میں نجد کے امیر نے کوئی بہت لمبا انتظار نہیں کیا اُس نے کویت سے القطیف تک جہاں جہاں ترکی فوج موجود تھی اُسکو بالکل نکال دیا ہے اور اس علاقہ کو ترکوں سے بالکل صاف کر دیا ہے - اور ترکی بندرگاہ پر اپنا پورا قبضہ جمالیا ہے - ہمیں اس وقت پورے طور پر معلوم نہیں کہ عراق عرب و میسوپٹومیا میں کیا ہو رہا ہے - مگر یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کے ترکی حکام عربوں کی حالت پر بالکل مطمئن نہیں ہیں نجد کے امیر کی کامیابی کی خبر اس علاقہ کے عربوں پر اثر ڈالنے کے بغیر نہیں رہ سکتی - غرض بہ ہیئت مجموعی موجودہ حالت دلچسپی سے پُر ہے اور اس قابل ہے کہ اسپر احتیاط سے نظر رکھی جائے - کہ واقعات کیا رنگ اختیار کرتے ہیں۔"

پائنیر مورخہ ۲۵ - جون ۱۹۱۳ء - "بصرہ میں عربوں کی ایک جماعت نے ایک ۔ ۔ ترکی فوجی افسر کو قتل کر دیا ہے جبکہ وہ ۲۰ ماہ حال کو رات کے وقت جہاز سے خشکی پر اُتر رہا تھا۔"

"ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ بغداد ۔ ۔ سے جنوب کی طرف عربوں میں بغاوت کہاں تک پھیلی ہوئی ہے - یہ معلوم ہوتا ہے کہ بصرہ کے گرد و نواح میں سخت بے چینی اور ناراضگی پھیلی ہوئی ہے - بیان کیا گیا ہے کہ فوجی افسر کے علاوہ متصرف یعنی ضلع کے حاکم کو بھی قتل کیا گیا ہے - بظاہر قتل کے معاملہ میں عرب بھی ترکوں کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔"

پائنیر مورخہ ۲۶ جون ۱۹۱۳ء "بصرہ کے قریب جو عربوں میں بغاوت برپا ہوئی ہے اُسکی نسبت بعد کی خبر یہ ہے کہ مذکورہ بالا فوجی افسر مار مارس

جہاز پر ۲۰- جون کو بوشہر سے روانہ ہوا- اور جہاز واپسی پر یہ خبر لایا کہ افسر مذکور کو عربوں نے قتل کر دیا ہے"۔

پائنیر مورخہ ۲۷- جون ۱۹۱۳ء "عربوں کے ہاتھ سے دو ترکی افسروں کے قتل کی خبر جو بصرہ سے آئی ہے وہ کوئی ایسی خبر نہیں جس کو سنکر انسان حیران ہو- کچھ عرصہ سے یہ بات عام طور پر معلوم ہے کہ اس علاقہ کے عربوں میں ترکی سلطنت کے برخلاف بے چینی پائی جاتی ہے- اور ترکوں نے انکی بغاوت کو روکنے میں سستی کی- ترکوں کے برخلاف امیر نجد کو جو حیرت انگیز طور سے پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے اُس سے اِن عربوں کا حوصلہ بھی بڑھ گیا ہے- بصرہ میں جو عربوں کو کامیابی حاصل ہوئی ہے اور جس طرح انہوں نے دو ترکی افسروں کو قتل کر دیا ہے- اس سے خطرہ ہے کہ یہ بغاوت ملک عرب کے دوسرے حصوں میں بھی پھیل جاویگی یہ واقعہ اِس بات کا ایک اور ثبوت ہے کہ عربوں اور ترکوں کے درمیان سخت عداوت ہے اور ترکی کے جو صوبے ایشیا میں ہیں انپر اِس عداوت کا سخت بُرا اثر پڑنے کا امکان نظر آتا ہے- عربوں اور ترکوں کے درمیان جو اسلامی اخوت کا رشتہ ہے وہ بھی اسوقت بے اثر نظر آتا ہے اور ممکن ہے کہ جلدی ہی ایک ایسی عام تحریک قائم ہو جاوے جسکی کوشش یہ ہو کہ نہ صرف جزیرۃ نما عرب میں خود مختار حکومت قائم کی جاوے بلکہ شمالی اضلاع بھی ترکی حکومت سے آزاد کیئے جاویں"۔

ناظرین غور فرماویں کہ پائنیر کے مذکورہ بالا نوٹوں سے حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی کیسی تصدیق ہوتی ہے جسکا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور جس میں لکھا ہے کہ ترکی سلطنت میں سستی پیدا ہو جائیگی اور عرب کے بعض حصوں میں آزاد خود مختار حکومت قائم کرنیکی کوششیں شروع ہو جائینگی - اب بعینہٖ ایسا ہی ہو رہا ہے- کیا اب بھی تمھیں اس مسیح موعود و مہدی مسعودؑ کے ماننے میں کچھ تامل ہو سکتا ہے

جسکے نشان اس طرح کھلے طور پر پورے ہو رہے ہیں۔ اس سے زیادہ بیّن تصدیق کیا ہو سکتی ہے۔

پھر پاؤنیر مورخہ ۲۸ - جون ۱۹۱۳ء میں ایڈیٹر لکھتا ہے :-

"خلیج فارس سے جو خبریں آتی ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترکی سلطنت الحصا کے صوبہ میں اپنا تسلط دوبارہ قائم کرنے کے لیئے کوئی کوشش نہیں کر رہی اور اب امیرِ نجد کا تسلط اُس علاقہ میں پورے طور پر قائم ہو چکا ہے"

کیا اب بھی مخالفین کو اس امر کے ماننے میں کچھ تامل ہو سکتا ہے کہ ترکی سلطنت سُست ہو چکی ہے اور عرب کے شیخ اور امیر ترکی حکومت سے آزاد ہو کر خود مختار ریاستیں قائم کر رہے ہیں۔ ناظرین کی خدمت میں مَیں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ دیکھو کہ حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اور آپ کے نشان کیسے کھلے طور پر پورے ہو رہے ہیں۔ کیا یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک بیّن نشان نہیں ہے؟

فرقہ پراٹسٹنٹ کی بائبل

پراٹسٹنٹوں کی کتاب مقدس کے متعلق رومن کیتھولک فرقہ کے مسیحیوں کے عقیدہ کو معلوم کرنا ناظرین کے لیئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ پہلے اشخاص جنہوں نے اضلاع متحدہ کی سلطنت امریکہ میں قائم کی وہ پراٹسٹنٹ فرقہ کے مسیحی تھے انہوں نے انگلستان میں اس امر کا تجربہ کر لیا تھا کہ مذہب کی خاطر دوسروں کو ایذا دینا کیسی قابل نفرت چیز ہے کیونکہ یہی ایذا رسانی اُنکے وطن چھوڑنے اور ایک بڑے لمبے چوڑے سمندر کو عبور کرکے بحر اوقیانوس کے پار امریکہ کے جنگلوں اور درندوں کے درمیان بودوباش اختیار کرنے کا باعث ہوئی تھی۔ اسی لیئے جب انہوں نے

امریکہ کے ساحل پر ایک خودمختار ریاست قائم کی تو انہوں نے اپنی حکومت کے اصول میں مذہبی آزادی کو داخل کیا۔ اب اس آزادی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہاں رومن کیتھولک فرقہ بہت بڑھ رہا ہے اور یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ اضلاع متحدہ میں کثیر التعداد لوگ اس مذہب میں داخل ہو گئے ہیں۔ اسکے عروج نے بہت سے پراٹسٹنٹوں اور نیز بہت سے فری تھنکروں کو جو اسے آزادی اور ترقی کا حارج گمان کرتے ہیں نہایت خوف زدہ کر دیا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ رومن کیتھولک فرقہ کا ستارہ اگرچہ پرانی دنیا کے ممالک میں دن بدن زوال پذیر ہو رہا ہے لیکن نئی دنیا میں عروج پر ہے بہت عرصہ گذرا ہے جب یہ مذہب انگلستان سے نابود ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصہ کا ذکر ہے جب فرانسیسیوں نے اسکا بیڑا غرق کر دیا۔ اہل پرتگال نے ابھی بادشاہ اور پوپ ہر دو کو برطرف کر دیا ہے اور ہسپانیہ والے بھی پوپ کے برخلاف ہیں۔ جرمنی میں اسکی طاقت کو زوال شروع ہو گیا ہے۔ خود اٹلی میں جو پوپ کا صدر مقام ہے پوپ کی طاقت بہت کمزور ہے۔ اگرچہ رومن کیتھولک مذہب خود اپنے ممالک میں زوال پر ہے لیکن مغربی دنیا کے کناروں پر ترقی کر رہا ہے اور مسیحیت کے دوسرے فرقے اسکی طاقت کے بڑھنے سے دکھ میں ہیں۔ پراٹسٹنٹ مذہب کے مختلف فرقے جو قریب دوسو کے ملک امریکہ میں پائے جاتے ہیں اسکے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں کیونکہ رومن کیتھولک لوگوں کی موجودگی میں وہ اپنی راہ پر آزادی سے نہیں چل سکتے۔ اور انکی دخل اندازی سے گاہ بگاہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا امر ذیل کے واقعات سے بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے۔

نیو آرلی انز کے پراٹسٹنٹ منسٹرز اسوسی ایشن نے مدرسوں میں بائیبل کا پڑھایا جانا لازمی قرار دیا اور انکا یہ گمان تھا کہ مسیحیت کا کوئی فرقہ اس تجویز کی مخالفت نہیں کرے گا۔ اسپر کیتھولک آگے بڑھے اور ذیل کی حجت پیش کی "اگر پراٹسٹنٹ منسٹرز اسوسی ایشن مدرسوں میں بائیبل کا ہونا ضروری سمجھتی ہے تو کیتھولک کا یہ دعویٰ ہے کہ ہماری ہی بائیبل ہو اور ہمارے ہی پادری لڑکوں کو مدرسوں میں بائیبل کی تعلیم دیں۔ پراٹسٹنٹ بائیبل کا ہمارے لڑکوں کے ہاتھ میں ہونا ہم کو ناگوار معلوم

ہوتا ہے۔ ہم یہ صاف الفاظ میں کہدیتے ہیں کہ پراٹسٹنٹ بائیبل کا ہمارے شہر کے مدرسوں میں رائج ہونا ہم کو منظور نہیں"۔

ہم کو معلوم نہیں کہ پراٹسٹنٹوں کے کثیر التعداد فرقے اس حجت کا کیا جواب دینگے۔ مدرسوں میں بائیبل کے رائج کرنے کی بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی تھی کہ یہ کتاب مسیحیت کے سب فرقوں کے نزدیک مسلم ہے اسلیئے اسکے رائج کرنے میں کسی فریق کو اعتراض نہیں ہوگا۔ اب یہ دلیل بھی ٹوٹ گئی۔ کیونکہ اب یہ سوال پیدا ہوگیا ہے کہ اگر بائیبل کو رائج کیا جاوے تو کونسی بائیبل جاری کیجاوے۔ پراٹسٹنٹ بائیبل رومن کیتھولک کے عقائد میں غلط اور نادرست ہے اور قابل تسلیم نہیں ہے اور انکی بائیبل پراٹسٹنٹوں کے عقائد کے رُو سے ناقابل تسلیم ہے اور تعجب یہ ہے کہ دونوں فریق اپنی اپنی بائیبلوں کو خدا کا کلام بتاتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں کو چاہیئے کہ پہلے آپس میں فیصلہ کرلیں کہ کونسی کتاب سچی ہے اور پھر متفق ہوکر دنیا کے آگے سچی بائیبل اور خدا کا کلام پیش کریں۔ اور فریقین کیتھولک بائیبل کے ان حصوں کا بھی فیصلہ کرلیں جنکو پراٹسٹنٹوں نے اپنی بائیبل سے خارج کر دیا ہے؛

ماہوار رپورٹ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ جون ۱۹۱۳ء

صیغہ یتامیٰ:- آمد ۱۵؍ اور خرچ ۴ر۱ا۲ ہوا۔ اس فنڈ میں یکم جولائی کو صرف ۲ر۱ا۲ بقایا رہا ہے۔ یتامیٰ کو پورا خرچ ملتا ہے جسکی ماہوار اوسط ۱ا۰ ہوتی ہے۔ اور یتامیٰ کو ۱ا؍ ماہوار کے وظائف ملتے ہیں۔ یتامیٰ کو نجاری کا کام اور کو درزی کا کام سکھایا جاتا ہے۔

صیغہ زکوٰۃ:- آمد ۱۴؍ اور خرچ ۵ر۱ا۲ ہوا۔ یکم جولائی کو اس فنڈ میں ۷-۶-۳۱۲۵ بقایا تھا۔ اس ماہ ۸؍ مساکین مسافروں کو زاد راہ کے لیئے ۷؍ مساکین کو متفرق امداد کے لیئے ۴ر؍ مساکین کو بطور وظائف ۔۔ نومسلموں وغیرہ کے وظائف پر

اور [illegible] انتظامی اخراجات پر خرچ ہوئے۔

صیغہ تعلیم :- ہائی سکول ۲- اگست ۱۹۱۳ء سے بوجہ موسمی تعطیلات ڈیڑھ ماہ کے لیئے بند رہے گا۔ اگر کسی صاحب نے تعلیم کے لیئے اپنے بچے یہاں بھیجنے ہوں تو بہتر ہے کہ بعد گذرنے تعطیلات کے بھیجیں۔ مدرسہ احمدیہ بھی ان ایام میں بند رہے گا۔ ہائی سکول میں قاضی عبد اللہ صاحب بی۔ اے لاہور سے بی۔ ٹی کلاس کا امتحان دیکر واپس آ گئے ہیں۔ اسوقت عملہ مدرسہ میں پانچ بی۔ اے کام کر رہے ہیں اور ایک مدرس باہر کے کالج میں بی۔ اے کا امتحان دینے کی غرض سے رخصت پر ہیں۔ اس فنڈ میں ۴-۱۱-۶۲ [illegible] یکم جولائی ۱۹۱۳ء کو بقایا ہے۔ اس سال کے لیئے سالانہ امتحان کے نتیجہ کے بعد [illegible] ماہوار کی امداد گورنمنٹ سے منظور ہوئی۔ گذشتہ سال [illegible] تھی۔ درزیخانہ سے [illegible] کی پارچات کی سلائی کی آمد ہوئی اور [illegible] عملہ و دیگر اخراجات پر صرف ہوئے۔

صیغہ مقبرہ :- اس ماہ سید گلزار حسین صاحب کاتب فوت ہوئے اور مقبرہ میں دفن کیئے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۷ وصایا جدید پہنچی ہیں۔ اور اس ماہ مندرجہ ذیل احباب کی طرف سے ذیل کی بڑی بڑی رقوم وصول ہوئیں۔

(۱) وزیر خاں صاحب قادیان بحساب وصیت اہلیہ خود [illegible] (۲) چودھری محمد حسین صاحب قانونگوئی۔ سیالکوٹ [illegible] (۳) چودھری غلام سرور صاحب قانونگوئی۔ سیالکوٹ [illegible] (۴) شیخ محمد فقیر اللہ صاحب از مظفر نگر [illegible] (۵) شیخ فضل کریم صاحب از دہلی [illegible] (۶) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب از راولپنڈی [illegible] (۷) بابو بشیر الدین صاحب پوسٹماسٹر از مس بیلہ [illegible] (۸) میاں غلام احمد صاحب تلونڈی جھنگلاں [illegible] (۹) ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب [illegible] (۱۰) بابو عبد الرحمن صاحب از شملہ [illegible]

حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کی موہومہ اراضی کی [illegible] اور حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک کی [illegible] اور میاں احمد الدین صاحب برانچپوسٹماسٹر کی زمین کی آمد [illegible] اس ماہ ہوئی۔ فنڈ صیغہ مقبرہ ۳۰- جون ۱۹۱۳ء کو [illegible] کا مقروض تھا۔ اس ماہ [illegible] آمد اور [illegible] خرچ ہوا خرچ میں چارسو پانچ روپے صرف تبلیغ اسلام

کے کام پر صرف ہوئے۔ جنہیں سے اڑھائی سو روپیہ کے قریب چار واعظین کے برہمن بڑیہ ملک بنگال بھیجنے پر صرف ہوا۔

صیغہ بیت المال:۔ مہمان بکثرت آتے ہیں۔ موسمی تعطیلات میں کالجوں سے احمدی طلباء بغرض حصول تعلیم قرآن مجید یہاں آکر رخصت گذارتے ہیں۔ اور بجائے اپنے گھروں میں رخصت گذارنے کے قادیان میں دینی تعلیم کے لیئے رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

یکم جولائی ۱۹۱۳ء کو یہ فنڈ ۹-۱۵-۳۷۲۷ کا مقروض تھا۔ اور یہ قرضہ یوماً فیوماً بڑھ رہا ہے احباب ضرور توجہ کریں۔

صیغہ تعمیر:۔ تعمیر کا کام برابر سرگرمی سے جاری ہے۔ گو فنڈ اجازت نہ دیتا تھا کہ یہ کام جاری رہے۔ مگر حضرت خلیفة المسیحؑ نے پانچ ہزار روپیہ بطور قرض بعض احباب سے منگا کر دیا ہے۔ جس سے کام جاری ہے۔ اور علاوہ اس امر کے کہ اس قرضہ کی بے باقی کے لیئے روپیہ چاہیئے۔ تکمیل کام کے لیئے ابھی بہت سے روپے کی اشد ضرورت ہے۔ گذشتہ تحریکوں پر اس مد میں جماعت لاہور نے تیرہ سو روپیہ وصول کر کے ارسال کیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اگر دیگر احباب بھی اسی طرح چندہ تعمیر کے وعدوں کا روپیہ اسوقت بھیجدیں۔ تو کام بآسانی ہوسکتا ہے۔ اسلیئے جملہ احباب کیخدمت میں التماس ہے کہ ازراہِ کرم چندہ عمارت کے وعدوں کا ایفا کر کے ممنون فرماویں۔ ایسے ضرورت کے موقع پر اللہ کی راہ میں صرف کرنا بڑا درجہ رکھتا ہے۔ عمارت کے اس غیر معمولی خرچ نے سب صیغوں کے بقایا پر اثر ڈالا ہوا ہے۔ اور جن مدوں میں روپیہ تھا وہ بھی اس کام پر صرف ہونیکی وجہ سے خالی پڑی ہیں اور صرف کا غذات میں ہی ہزاروں کی تعداد میں بقایا نظر آرہا ہے۔ ورنہ ملازمین کی تنخواہوں کا بعض وقت ادا ہونا مشکل ہوجاتا ہے۔ آپ اس بات سے اندازہ لگا سکیں گے کہ کسقدر دِقّت کا سامنا ہے جسکی طرف آپ لوگوں کی فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ یکم جولائی کو خزانہ میں ۱۰-۹-۲۲۸۹ بقایا تھا۔ جبکہ ابتدائی ماہ میں جملہ ملازمین کی تنخواہیں۔ بل سائر اخراجات وغیرہ ادا کرنے ہوتے ہیں۔ تو یہ روپیہ کسی طرح پر کافی نہیں ہوسکتا۔ ان ضروریات کے لیئے قریباً سات آٹھ ہزار روپیہ ہر ماہ خزانہ میں موجود ہو تو بہت آسانی سے تمام مدوں کا روپیہ ادا ہوسکتا ہے

اور یہ سب دقت صرف اسلیئے پیش آئی ہے کہ گورنمنٹ سے تیس ہزار روپیہ گرانٹ کا لینے کی خاطر عمارت مدرسہ پر بہت سا روپیہ صرف کرنا پڑا۔ پس میں جملہ احباب کیخدمت میں یہ التماس کرتا ہوں۔کہ وہ چندہ تعمیر بھیجنے کی طرف خاص توجہ سے کام لیں۔اس سے نہ صرف خاص صیغہ تعمیر میں ہی سہولت ہوگی بلکہ دیگر صیغوں میں بھی انشاءاللہ تعالےٰ تکالیف رفع ہوجاویں گی۔

دفتر محاسب:۔ اس ماہ کل آمد ۶-۶-۷۶۹۴ اور کل خرچ ۷-۳-۶۳۰۸ ہوا۔

شفاخانہ دارالعلوم:۔ اس ماہ ۱۰۷۸ مریض علاج کے لیئے جنہیں ۲۰۳ نئے تھے مائینر اپریشن ۴ ہوئے۔

شفاخانہ اندرون قصبہ:۔ کل مریض ۱۵۸۷ آئے۔ انہیں ۵۰۷ نئے تھے مائینر اپریشن ۱۳ تھے۔

دفتر سکرٹری:۔ چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے کو ۲۸-جون ۱۹۱۳ء کو خواجہ صاحب کی امداد کے لیئے حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے روانہ کیا ہے۔ ایسا ہی خواجہ صاحب نے اپنے منشی شیخ نور احمد صاحب کو بھی بُلا بھیجا ہے اور وہ بھی ماہ جون میں روانہ ہوگئے ہیں۔خواجہ صاحب اشاعت اسلام کے کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اور خدا کے فضل سے یہ سلسلہ اشاعت دن بدن بڑھتا جاتا ہے خدائے تعالیٰ اس میں ترقی دے اور ان تمام لوگوں کا حافظ و ناصر ہو۔ ذیل میں خواجہ صاحب کا تازہ خط درج کیا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب کا خط بحضور حضرت خلیفۃ المسیح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

بحضور والا سلمہ اللہ تعالےٰ۔ نوازشنامہ مل گیا۔خدا کے فضل کے دروازے کُھلتے جاتے ہیں اور یہ تحریک موجودہ کسی قدر مرکزی حیثیت اختیار کرتی جاتی ہے اسوقت شمالی امریکہ۔جنوبی امریکہ۔چین۔بخارا۔سنگاپور۔پنانگ۔سیلون۔آسٹریلیا۔گویا مسلمانان عالم کے خطوط برابر شروع ہو رہے ہیں اور چاروں طرف سے امداد اور حوصلہ افزائی کے لیئے لکھ رہے ہیں۔

اگرچہ اصل فضل اور برکت تو آسمان سے آنی چاہیئے۔ مجھے بلجیم بلایا گیا ہے جس وقت یہ خط پہنچیگا اگر خدا کو منظور ہوا تو اُسوقت مَیں بلجیم میں ہونگا ؛ لندن کے ایک مشہور اخبار نے جس کا ایڈیٹر ایک ممبر پارلیمنٹ ہے اور وجیہہ اخبار ہے اُس نے اسلامک ریویو پر ریویو کرکے حیرت ظاہر کی ہے کہ اسلام میں اسقدر خوبیاں ہیں اور ہمیں علم تک نہیں۔

انگلستان میں پانچوقت اذان } برادران انشاءاللہ تعالیٰ اب وقت بہت قریب ہے جب یہ خوشخبری مجھ سے سنوگے کہ اب مَینے ایسی جگہ مستقل ڈیرہ جمایا ہے جہاں بآواز بلند پانچوقت اذان اور نماز ہوگی رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین والی دعا ضرور سُنی جاوے گی۔ میری دعائیں جو متعلق مسجد ووکنگ میں چھ ماہ ہوئے ہیں اُنکا ابتدائی حصہ عنقریب شرف قبولیت حاصل کرنے کو ہے ہاں وقت دعا ہے۔ خدا سامان کر رہا ہے کہ جب یہ ہیمپز ایک ایسی جگہ بیٹھے جہاں دعوت اسلام کی ہیمپز جگہ کل دنیا کو نظر آویں۔ آجتک تو ایک پرائیویٹ حیثیت رہی ہے جس کی کماحقہ حقیقت شاید ایک ہمسایہ کو بھی معلوم نہ ہو۔ مفصل نہیں لکھ سکتا۔ شیطان ہمیشہ کمین میں ہے۔ لیکن دعا دعا دعا۔ آیندہ ایک بڑے انسان کی تبلیغ کے لیئے ملک بلجیم چلا ہوں۔ دعا دعا۔ (خاکسار کمال الدین۔ معرفت نیشنل بنک آف انڈیا ۲۶۔ بشپ گیٹ لندن)

اشاعت اسلام:- ماہ جون ۱۹۱۳ء کے اخیر خریداران ریویو انگریزی۔ اُردو۔ اور تفسیر میں بالترتیب ۴۔ ۷۔ اور ایک کی بیشی ہوئی فالحمد للہ علیٰ ذٰلک اِس ماہ میں مندرجہ ذیل اصحاب نے توسیع اشاعت میں مدد فرمائی۔ جزاہم اللہ۔ امید ہے کہ دیگر احباب بھی اس نیک نمونہ کی تقلید

چودھری فتح محمد صاحب ۲ انگریزی۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاور ۲ انگریزی ۲ اُردو۔ بابو فضل احمد صاحب کوہ مری ایک اُردو۔ میاں غلام حسین صاحب ایک اُردو۔ میاں غلام رسول صاحب از جینووالی ایک اُردو۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اسسٹنٹ سکرٹری انجمن احمدیہ پٹیالہ ۳ اُردو۔ منشی فضل کریم صاحب احمدی لاہور ایک انگریزی۔ غلام رسول صاحب انسپکٹر پولیس سرگودھا ایک اُردو۔

بقایا صیغہ جات یکم جولائی سنہ ۱۹۱۳ء

تعلیم	۴	۱۱	۴۷۶۲
اشاعت	۴	۱۴	۶۸۸
تعمیر	۴	۱۵	۳۰۱۳
مساکین	۲	۹	۷۵۹
یتامیٰ	۱	۲	۳۸۵
زکوٰۃ	۷	۶	۳۱۲۵
بورڈران ہائی	۸	۱۰	۸۸۲
" احمدیہ	۶	۵	۴۶۶
امانت اندرونی	۰	۱۳	۲۲۳
" بیرونی	۹	۱۲	۱۴۱۳
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۱۲
میزان	۳	۷	۱۹۶۳۴
منہاکردہ فاضل	۸	۵	۶۱۹۱
باقی	۷	۱	۱۳۴۴۳
منہاکردہ پیشگی	۹	۷	۱۱۱۵۳
باقی نزد امین	۱۰	۹	۲۲۸۹
تفصیل فاضل متفرقات	۳	۷	۸۹۳
مدرسہ احمدیہ	۰	۱۳	۱۲۷۷
مقبرہ	۸	۱	۲۸۲
بیت المال	۹	۱۵	۳۷۳۷
	۸	۵	۶۱۹۱

تفصیل پیشگی صیغہ جات

اشاعت	۰	۰	۳۰۰
بیت المال	۰	۰	۳۸۷
متفرقات	۶	۷	۱۰۴۱
مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۲۰
تعلیم	۰	۰	۲۲۰۶
تعمیر	۳	۰	۶۱۱۰
مقبرہ	۰	۰	۴۸۹
میزان	۹	۷	۱۱۱۵۳

خلیفہ رشید الدین
محاسب

محمد اشرف
ناظر

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے اس کتاب میں حضرت اقدس نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیے ہیں (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کیحالت یعنی عقبیٰ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب۔ (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔ تقریباً ۰ ۵ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۱۰/

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جو ولایت سے چھپکر آیا ہے۔ نہایت خوبصورت جلد قیمت عہ

پارہ عم مترجم چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نمازمیں پڑھتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا اور اسی لیئے نمازی وعدہ الہی کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کے نیچے نہیں آتا۔ اسلیئے ہر ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخر پارہ کو با ترجمہ پڑھ لے اور حفظ کرے اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کروائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم موٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۳/

پارہ الٓمٓ مترجم ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح قیمت ۳/

رسالہ اسلام بزبان انگریزی مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ اس رسالہ میں اصول اسلام کو نہایت حسن پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی خوبی اور تعریف کے لیئے صرف مولوی صاحب کا نام ہی کافی شہادت ہے۔ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۱۰/ محصولڈاک ۱/

درخواستیں بنام مینیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

اطلاع:۔ خریداران ریویو کیخدمتمیں التماس ہے کہ خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہوجائے تو معاف فرمادیں۔

نمبر ۱۶

بری حالت ہے - روگ کا گھر کھانسی

بچے ضعیف ہر ایک کے پیٹے کھانسی باعث ہلاکت ہی شروع ہی میں اگر یہ کھانسی کی خبر نہیں لیجاوے تو یہ اچھے بدن ہی کو ایک دم ضعیف البتہ بنا دیتی ہے - بعدہ اسی سے دمہ اور سل وغیرہ کا مہلک عارضہ ہو جاتا ہے - اسلیئے کھانسی ہوتے ہی اس کی تدبیر کرنی چاہیئے - اور تدبیر بھی بہت ہی سہل ہے - ڈاکٹر ایس کے برمن کی

کف وکھانسی کی دوا

ایک شیشی لیکر گھر میں رکھدو اس میں یہ فوائد ہیں (۱) سردی کو ہضم کرنا - (۲) کھانسی کو دبانا - (۳) کف کو تپلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سستی کو روکنا سردی کھانسی کے لیئے یہ نہایت ہی اکسیر دوا ہے قیمت شیشی کلاں عہ محصولڈاک ۶ر چھوٹی شیشی ۸ر محصولڈاک ۵ر

اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی رائے - مہاراجہ دل گنجن سنگھ دیو بہادر فیوڈٹری چیف پٹنہ اسٹیٹ بولانگیر ضلع سمبھلپور سے کہتے ہیں جناب من آپ کی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لیئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل دفع ہو گئی - مجھے صرف سات خوراک سے زیادہ پینے کی درکار نہ ہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی اس وجہ سے دوبارہ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں -

نوٹ - ہر جگہ اور ہر شہر میں ایجنٹ یا مشہور دوا فروشوں سے ملتی ہے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا